احمدی انصار کی تربیت کیلئے

فروری
۱۹۹۳ء

ماہنامہ

انصاراللہ

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

ربوہ

(الفضل ۸۔ اپریل ۱۹۳۶ء)

نیز فرماتے ہیں۔

"چونکہ قرآن کریم اپنے مطالب میں ذوالوجوہ ہے اور اس کی ایک ایک آیت اپنے اندر کئی بطون رکھتی ہے۔ اس لئے جتنے معنی کسی لفظ کے لغتہً یا محاورةً ہوسکتے ہوں اور وہ کسی آیت پر چسپاں بھی ہوتے ہوں ہم ان تمام معانی کو ملحوظ رکھ سکتے ہیں"۔ (تفسیر کبیر جلد ششم جزچہارم حصہ سوئم صفحہ ۷۶)

چوتھا اصول

"قرآن مجید کی بہترین تفسیر وہی ہوسکتی ہے جو خود قرآن مجید کے کسی دوسرے حصہ سے ہوتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جو شخص بات کرتا ہے اس کی اپنی تفسیر مقدم ہوگی اس تفسیر سے جو کوئی اور کرے اور اس بات کو سمجھنے کے لئے زیادہ تر اس کے اپنے الفاظ کو ہی مدنظر رکھا جاتا ہے مثلاً قرآن کریم کی ایک آیت دوسری آیت کے معنے کرے تو مقدم ہوں گے کسی اور کے کیے ہوئے معانی پر۔ پس قرآن کریم کی ایک آیت کے معنے کرتے وقت دوسری آیات کو دیکھنا ضروری ہے اور جن معانی کی دوسرے مقامات سے تائید ہو ان کو مقدم رکھنا چاہیئے"۔ (الفضل ۸۔ اپریل ۱۹۳۶ء)

پانچواں اصول

قرآن مجید کی تفسیر کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تفسیر اور معانی کو اولیت اور ترجیح دی جائے چنانچہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

"چونکہ قرآن کریم کے لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور قرآن مجید کو لانے والا دوسروں کی نسبت اس کے معنے بیان کرنے کا زیادہ مستحق ہے اس واسطے دوسروں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تفسیر کو ترجیح دی جائے گی۔ خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تفسیر قولاً ہو یا فعلاً کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عمل بھی قرآن کا مفسر ہے مگر اس میں بعض دقتیں بھی ہیں مثلاً یہ کہ احادیث ایک لمبے عرصے کے بعد مدون ہوئی ہیں۔ اور بعض لوگوں نے اپنے کلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے اس غلطی سے بچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ حدیث کو قرآن کے تابع رکھیں اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرماتا ہے۔

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

یعنی وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا وہ تو صرف وحی ہے جو اس کی طرف کیجاتی ہے یعنی اگر کوئی حدیث

قرآن کریم کے خلاف ہو تو ایسی حدیث سے بچنا چاہیئے مگر حدیث کی عظمت پیش نظر رہے"۔
(الفضل ۸- اپریل ۱۹۳۶ء)

چھٹا اصول

تفسیر القرآن کا ایک بہت ہی اہم اصول یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام کی بیان کردہ تفسیر کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں۔

"یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنہوں نے قرآن کریم سیکھا ہے انہوں نے اس کے کیا معنی کئے ہیں لیکن ایک بات مدنظر رکھنی چاہیئے کہ ایک تو خود سمجھتا ہے اور دوسرا سنتا ہے اس صحابی کا قول تب معتبر سمجھا جائیگا جب کہ اس میں اس نے یہ بتایا ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنکر کہہ رہا ہے۔ یا اس کی عملی تفسیر تب قبول کی جائیگی جبکہ دوسرے صحابہ نے بھی اس کے عمل کی تصدیق کی ہو۔ ورنہ جب تک اس کا عمل قرآن کریم کے ماتحت نہ ہو گا نہ مانا جائیگا۔ پس صحابہ سے جو تفسیر ثابت ہو اس کا وہ حصہ لیا جائیگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہو گا۔ جس کی بابت یا تو خود صحابی نے بتایا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ معنی کئے ہیں یا وہ بات ایسی ہو جو اسے اجتہاد سے حاصل ہونی ممکن نہ ہو بلکہ ضروری ہو کہ اس نے وہ عمل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا ہو"۔ (الفضل ۸- اپریل ۱۹۳۶ء)

ساتواں اصول

قرآن مجید کی تفسیر کرتے وقت یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیئے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون (الحجر آیت ۱۰)

کہ ہم نے ہی اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرینگے۔ اور اس کی حفاظت کا گر یہ ہے کہ ہر صدی پر مجدّد آئیں گے جو تجدید کرتے رہینگے اور ان میں سے ایک کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔

لوکان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل من فارس

اور بعض روایات میں لوکان القرآن معلقاً بالثریا بھی آیا ہے۔ یعنی ایمان یا قرآن ثریا سے لٹکا ہوا ہو گا تو فارس کا ایک آدمی اس کو پا لے گا۔ یعنی قرآن مٹ جائیگا تو اس کو فارسی الاصل مرد کے ذریعہ دوبارہ

دنیا میں قائم کیا جائیگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود......... کا کلام بھی قرآن کریم کی تفسیر کرنے کے لئے بہت اعلیٰ ذریعہ ہے پس آپ کا کلام بھی ترجیح کے قابل ہے اور یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر حضرت مسیح موعود......... کی تفسیر کے مطابق ہو۔ مخالف نہ ہو"۔ (الفضل ۸۔ اپریل ۱۹۳۶ء)

آٹھواں اصول

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور کسی کا قول اس کے فعل کے مطابق ہونا چاہیئے پس اس کے جو معنی فعل الٰہی کے مطابق ہوں وہی صحیح ہونگے۔ اور جو خلاف ہونگے وہ غلط۔ مثلاً کسی آیت کے متعدد معانی ہو سکتے ہوں۔ اور بعض ان میں سے فعل کے مطابق اور بعض فعل کے خلاف معلوم ہوتے ہوں تو جو معنی فعل کے مطابق ہونگے وہ مقدم ہونگے"۔ (الفضل ۸۔ اپریل ۱۹۳۶ء)

نواں اصول

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں۔

"پھر قرآن کریم میں بعض باتیں ایسی ہیں۔ جو زمانہ ماضی کے متعلق ہیں۔ ایسے امور کے متعلق وہ معنی مقدم ہونگے جو تاریخی شہادت سے ثابت ہوتے ہوں۔ مثلاً کسی آیت کے ایک معنی کو تاریخی شہادت درست قرار دیتی ہو۔ اور دوسرے معنی کی شہادت نہ دیتی ہو۔ تو وہ معنی مقدم ہوں گے جو تاریخ سے ثابت ہوں گے اور آیت کے وہ معنی کیئے جائینگے جو تاریخ کے مطابق ہوں بشرطیکہ آیت کے الفاظ بھی ان معنوں کے متحمل ہوں"۔ (الفضل ۸۔ اپریل ۱۹۳۶ء)

دسواں اصول

فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے اندر بھی روحانیت کا ایک چشمہ پھوٹا ہوا ہے۔ پس وہ معنی کرتے وقت اپنی ضمیر سے بھی پوچھ لے کہ آیا جو معنی وہ کرتا ہے دیانتداری سے کرتا ہے یا کسی خاص مدعا اور خیال کو مدنظر رکھ کر اس کی تائید کرنے کے لئے کرتا ہے بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی آیت کا ترجمہ کوئی بات مدنظر رکھ کر کرتا ہے۔ تا کہ وہ بات ثابت ہو جائے لیکن وہ معنی کرنے چاہیئیں

جن کی تائید ضمیر بھی کرتی ہو"۔(الفضل ۸۔ اپریل ۱۹۳۶ء)

گیارہواں اصول

آپ نے فرمایا۔

"قرآن کریم دنیا کی ہدایت لیکر آیا ہے پس اس کے وہ معنی مقدم ہوں گے جو دنیا کے لئے سب سے زیادہ مفید ہوں ان سے کم مفید ان سے ادنی درجہ پر رکھے جائینگے۔ اگر ایک معنی سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے اور دوسرے سے کم تو زیادہ فائدہ والے معنی خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوں گے کیونکہ وہی اصل مقصد کے زیادہ قریب ہیں"۔ (الفضل ۸۔ اپریل ۱۹۳۶ء)

بارہواں اصول

قرآن کریم کے اسالیب بیانیہ میں استعارات اور مجازات کا کثرت سے استعمال ہوا ہے مفسرین اور شارحین نے اس پر بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ حضرت مصلح موعود کا فرمان ہے کہ ان استعارات و مجازات کو خوب سمجھا جائے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"اس بات کو یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ استعارات اور مجازات جس طرح انسانی کلام میں ہوتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے کلام میں بھی پائے جاتے ہیں مگر اس امر میں بہت سے مفسرین افراط اور تفریط کی طرف چلے گئے ہیں۔ بعض مفسرین نے تو تمام قرآن کریم کو استعارات اور مجازات پر ہی محمول کر دیا ہے اور بعض نے اسے ان سے بالکل ہی معرّا قرار دیا ہے........اور بعض نے اس کے خلاف یہ سمجھا ہے کہ سارے قرآن کریم میں کہیں بھی کوئی استعارہ یا مجاز نہیں۔ مگر یہ دونوں گروہ غلطی پر ہیں۔ ہر فصیح کلام میں ان دونوں پہلوؤں کا پایا جانا ضروری ہے۔ اچھا کلام وہی سمجھا جاتا ہے جس میں مجازات اور استعارات بھی ہوں"۔ (الفضل ۸۔ اپریل ۱۹۳۶ء)

تیرھواں اصول

ایک اصول یہ بھی ہے کہ تفسیر کرتے ہوئے قرآن کریم کے بائبل سے اختلافات کا بھی ذکر کیا جائے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"قرآن کریم کی تفسیر کرتے وقت ہمارا فرض ہے کہ ہم ان اختلافات پر بھی جہاں تک ہو سکے روشنی ڈالیں کیونکہ گو ایمانی طور پر تو ہم قرآنی بیان کو مقدم مانتے ہیں لیکن اصل کتاب کو سمجھانے کے

لئے ہمارے پاس زائد دلیلیں ہونی چاہیئیں"۔ (الفضل ۸۔ اپریل ۱۹۳۶ء)

چودھواں اصول

چودھواں اصول یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم میں قرآن مجید کے پڑھنے والوں کے لئے معانی و مطالب کی طرف راہ نمائی فرمائی ہے اس لئے اس کے معانی پر بھی غور و فکر سے کام لینا چاہیئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"جو شخص بسم اللہ پڑھکر قرآن کریم پڑھتا ہے وہ گویا قرآن کریم کی خدمت پر مامور فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے خود اس سورت کے پڑھنے کا حکم دیا ہے پس میرے لئے اس کے مطالب کے دروازے کھول دو اور وہ اختصاراً اس مضمون کو یوں ادا کرتا ہے کہ اللہ، رحمٰن، رحیم کے نام پر اس خزانہ کے کھولے جانے کی میں درخواست کرتا ہوں ظاہر ہے کہ جو اس طرح خدا تعالیٰ کے اِذن سے قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوگا اس کے علوم سے حصہ پائیگا۔ لیکن جو اس کے اِذن اور اس کے نام سے توجہ نہیں کریگا۔ بلکہ شرارت اور بغض سے توجہ کریگا اس کیلئے اس کے خزانے نہیں کھولے جائینگے۔ (تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ ۱۸)

پندرھواں اصول

حضور نے فرمایا کہ تفسیر کرتے وقت حروف مقطعات کو پہلے حل کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ جس جس حد تک حروف مقطعات کے معانی سمجھ میں آتے جائینگے اس حد تک قرآنی معارف و مطالب کھلتے جائینگے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"حروف مقطعات اپنے اندر بہت سے راز رکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض راز بعض ایسے افراد کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جن کا قرآن کریم سے ایسا گہرا تعلق ہے کہ ان کا ذکر قرآن کریم میں ہونا چاہیئے لیکن اس کے علاوہ یہ الفاظ قرآن کریم کے بعض مضامین کے لئے قفل کا بھی کام دیتے ہیں۔ کوئی پہلے ان کو کھولے تب ان مضامین تک پہنچ سکتا ہے جس جس حد تک ان کے معنوں کو سمجھتا جائے اس حد تک قرآن کریم کا مطلب کھلتا جائے گا"۔ (تفسیر کبیر جلد سوئم صفحہ ۷)

سولھواں اصول

قرآن کریم کی تفسیر کرتے وقت یہ بات بھی مد نظر رکھنی چاہیئے کہ۔

''قرآن کریم کے جو الفاظ کئی معانی رکھتے ہیں جب وہ سیاق و سباق سے مناسبت رکھتے ہوں تو سب کے سب معنی بیک وقت مراد ہو سکتے ہیں''۔(تفسیر کبیر جلد سوئم صفحہ ۸۴۲)

سترھواں اصول

قرآن کریم کی تفسیر کرتے وقت قرآنی آیات اور احکام کے قرینہ اور محل کو بھی دیکھنا چاہیئے چنانچہ حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں۔

''جب کسی کلام کی تفسیر کی جاتی ہے تو اس کلام کی صحیح تفسیر اور تشریح کرنے کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ دیکھا جائے کہ کلام کا قرینہ کیا تھا یا اس کلام کا محل کیا تھا اگر اس کلام کا محل ہم سمجھ لیں تو سب سے پہلے اس کے محل کو دیکھیں گے اور اگر محل نہ ملے تو قرینہ سے اس کلام کی تشریح کی جائیگی ....لیکن کسی کلام کا مفہوم سمجھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اس کلام کے محل کو دیکھا جائے اور پھر اس کلام کے کوئی معنی کئے جائیں، محل کو نہ دیکھنا اور یونہی قیاس آرائی شروع کر دینا دانائی نہیں ہوتی''۔(تفسیر کبیر جلد ششم تفسیر سورہ النازعات صفحہ ۸۷)

اٹھارہواں اصول

قرآن کریم کی تفسیر کے لئے قرآنی آیات و سور کی ترتیب کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے اس سلسلہ میں حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں۔

''میرا تجربہ یہی ہے کہ قریباً ہر سورت کا دوسری سورت سے تعلق ہوتا ہے۔اور پھر میرے علم کے مطابق ہر سورت کا دوسری سورت سے ایک تعلق قریب ہوتا ہے اور ایک تعلق بعید ہوتا ہے۔ یعنی ایک تعلق تو ایسا ہوتا ہے جو اسے پہلی سورت کی آخری آیتوں سے ملا دیتا ہے لیکن ایک تعلق ایسا ہوتا ہے جو سلسلہ مضمون سے متعلق ہوتا ہے''۔(تفسیر کبیر جلد ششم تفسیر سورہ النازعات صفحہ ۲۲)

انیسواں اصول

قرآن کریم کی بعض آیات کی صحیح تفسیر کرنے کی طرف حضور نے ایک راہ نمائی یہ کی ہے۔

''یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بہت بڑی حکمت کی بات ہے عربی زبان میں صرف فعل سے معنی متعین نہیں ہوتے بلکہ فعل کو اس کے مصدر سے باندھ کر معنی پیدا ہوتے ہیں۔مثلاً اگر ہم صرف نزع کہہ دیں تو خالی نزع کے معنی یہ ہوں گے کہ فلاں شخص ایک بات سے رک گیا یہ معنی بھی ہوں گے کہ

اس نے کسی چیز کی خواہش کی لیکن جب اس کو کسی مصدر کے ساتھ باندھ دیا جائیگا۔ تو اس کے وہی معنی ہوں گے جو اس مصدر سے ظاہر ہوتے ہوں گے۔ مثلاً ہم نزع نزعاً کہیں گے تو اس کے معنی مشابہ ہو جانے کے نہیں ہوں گے کیونکہ مشابہ ہو جانے کے معنی نزوعاً مصدر سے پیدا ہوتے ہیں۔ یا اس کے معنی شوق اور خواہش پیدا ہونے کے نہیں ہوں گے کیونکہ یہ معنی اس وقت پیدا ہو سکتے ہیں۔ جب نزاعہ و نزاعاً و نزوعاً مصدر ہو بلکہ نزع نزعاً کے معنی کسی چیز کو اکھیڑ دینے یا کسی کو معزول کر دینے کے ہوں گے یا اور دوسرے معنی ہوں گے جو اس مصدر سے پیدا ہوتے ہیں۔ تو مصدر معنوں کی تعین کر دیتا ہے فعل کی شکل ایک ہی ہوتی ہے۔ لیکن مصدر مختلف ہونے سے اس کے معنی بدلتے چلے جائیں گے"۔ (تفسیر کبیر جلد ششم تفسیر سورہ تطفیف)

بیسواں اصول

قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے اس امر کا مفسر کو یقین ہونا چاہیئے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں۔

"اگر اس امر کا فیصلہ انسانی دماغ پر رکھا جائے کہ قرآن مجید میں سے کون سی آیت قابل عمل ہے اور کون سی منسوخ تو ایک رنگ میں سارا قرآن ہی منسوخ ہو جائیگا۔ کیونکہ کسی حصہ کو کوئی نہیں سمجھتا اور کسی کو کوئی.......... حضرت مسیح موعود.......... نے آ کر بتایا کہ شروع سے لیکر آخر تک سارا قرآن قابل عمل ہے۔ بسم اللہ کی باء سے لیکر والناس کی س تک قرآن کریم قائم اور قیامت تک کے لئے قابل عمل ہے۔ آپ کے یہ الفاظ مجھے خوب یاد ہیں کہ جب کوئی انسان اس بات کا قائل ہو گا کہ قرآن کریم کے اندر ایسی آیات بھی موجود ہیں جو منسوخ ہیں۔ تو اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ قرآن کریم پر غور کرے اور سوچے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی کوشش کرے وہ تو کہیگا کہ جب اس میں ایسی آیات بھی ہیں جو منسوخ ہیں۔ تو اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ قرآن کریم پر غور کرے اور سوچے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی کوشش کرے وہ تو کہیگا کہ جب اس میں ایسی آیات بھی ہیں جو منسوخ ہیں تو میں اس پر غور کر کے اپنا وقت کیوں ضائع کروں۔ ممکن ہے میں جس آیت پر غور کروں مجھے بعد میں معلوم ہو کہ وہ منسوخ ہے۔ لیکن جو شخص یہ کہیگا کہ یہ کلام تمام کا تمام غیر منسوخ ہے اور اس کا ہر شوشہ تک قابل عمل ہے وہ اس کے سمجھنے کی بھی کوشش کریگا۔ اور اس طرح قرآن اس کی معرفت کی ترقی کا موجب بن جائے گا۔ (تفسیر کبیر سورہ بقرہ صفحہ ۹۷)

اکیسواں اصول

قرآن کریم کی تفسیر کا ایک اصول یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم میں کوئی بات بطور قصہ بیان نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔

''قرآن کریم میں کوئی بات بطور قصہ بیان نہیں اگر وہ کسی گذشتہ قصے کو بیان بھی کرتا ہے تو درحقیقت اس میں آئندہ کے متعلق پیشگوئی ہوتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ گویہ واقعہ پیچھے ہوچکا ہے مگر آئندہ زمانہ میں بھی اس قسم کا واقعہ ہونیوالا ہے''۔ (تفسیر کبیر جلد ششم تفسیر سورہ الفیل)

بائیسواں اصول

قران کریم کی تفسیر میں ایک خاص امر یہ بھی مدنظر رہے کہ

''شان نزول کسی روایت سے کسی آیت کے معنوں کو ایک خاص واقعہ سے محدود کرنا نہایت غلط طریق ہے اور قرآن کریم کے وسیع سمندر کو ایک کوزے میں بند کرنے کی ناکام کوشش کے مترادف ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل

اب کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا کسی کو اصحاب الفیل کے واقعہ پر غور نہیں کرنا چاہیے؟ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن کریم میں بار بار اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم نے تم پر قرآن کریم نازل کیا ہے مگر اسکے یہ معنی نہیں۔ کہ قرآن کریم ہمارے لئے نازل نہیں ہوا جیسے ان پر نازل ہوا ہے ویسے ہی ہمارے لئے نازل ہوا ہے''۔

(تفسیر کبیر جلد ششم تفسیر سورہ ماعون صفحہ ۲۵۹)

تیئیسواں اصول

یہ امر بھی بہت ضروری ہے کہ تفسیر کرتے وقت قرآن کریم کی تعلیمی خوبیوں کے متعلق بھی توجہ دینی چاہیئے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔

''مفسرین عام طور پر ظاہری فصاحت و بلاغت اور معجزات پر بحث کرتے ہیں اور قرآن مجید کی تعلیمی خوبیوں پر بہت کم بحث کرتے ہیں۔ میرے خیال میں سب سے بڑی چیز جس کے لئے قرآن

کریم آیا ہے وہ اس کی کامل اور دل کش تعلیم ہے اور اس کی طرف "تلک آیات الکتاب" میں اشارہ کیا ہے اور آیت "ربما یود الذین کفروا" میں انہی تعلیمی خوبیوں پر رشک کا ذکر کیا ہے۔ یعنی فرماتا ہے کہ اسلام کی تعلیمات کی خوبیوں کو دیکھ کر بارہا کافر یہ کہ اٹھتے ہیں۔ اور کہہ اٹھیں گے۔ کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے اور یہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا"۔ (تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۵۰۲)

چوبیسواں اصول

قرآن مجید کی تفسیر کا اہم اصول یہ بھی ہے کہ اس پر التزام اور دوام سے عمل کیا جائے۔ فرمایا۔

"یہ بات سب سے زیادہ قابل توجہ ہے کہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے عمل کرنے کے لئے بھیجا ہے اور اس کا ایک نام الذکر بھی آیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وانه لذکرلک ولقومک

کہ یہ قرآن مجید تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے شرف کا موجب ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم کی اصل غرض یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا شرف حاصل کیا جائے اور جو چیز شرف کا باعث ہوتی ہے اس سے انسان غافل نہیں ہوا کرتا۔ لیکن لوگوں کو چاہیئے کہ قرآن کریم سے غافل نہ ہوں۔ بلکہ اس کی طرف پوری طور پر متوجہ ہوں اسے خود سیکھیں اور اپنے اہل کو سکھائیں اور عمل کریں پھر دوسروں کو تبلیغ کریں اور اس وجہ سے لفظ الذکر لایا گیا ہے"۔

(الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۳۶ء)

پچیسواں اصول

تفسیر کرتے وقت قرآن مجید کے مضامین پر غور و خوض کرنا اور سوچنے کی عادت ڈالنے سے متعلق حضور فرماتے ہیں۔

"قرآن کریم پڑھنے کے بعد سوچنے کی عادت ڈالو اور سوچنے کے بعد اس پر عمل کرو اگر تم ایسا کرو گے تو تم ایک زندہ اور فعال قوم نظر آنے لگ جاؤ گے اور دنیا تمہیں دیکھ کر حیران رہ جائیگی"۔ (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۳۲۹)

چھبیسواں اصول

قرآن مجید کی تفسیر کا ایک اہم اصول حضور یوں بیان فرماتے ہیں۔

باقی صفحہ ۴۱ پر

پیشگوئی حضرت مصلح موعود اور فتنۂ اشتراکیت

محترم بشیر احمد صاحب زاہد ــــــ راولپنڈی

سیدنا حضرت مسیح موعود...... نے خدائی الہامات و مبشرات کے مطابق مصلح موعود کے ظہور کی جو عظیم الشان پیشگوئی بیان فرمائی تھی اور اس پیشگوئی کے جو ارفع و اعلیٰ مقاصد بتائے تھے۔ ان میں سے ایک انتہائی مہتم بالشان مقصد یہ بھی تھا کہ

"تا وہ سمجھیں کہ میں قادر ہوں اور جو چاہتا ہوں کرتا ہوں" اور پھر "اس مہتم بالشان مقصد کی جو شاندار وضاحت اس سلسلہ الہامات و مخاطبات میں کی گئی تھی اس کا علم ان نہایت ہی ایمان افروز اور دلوں کو لرزا دینے والے الفاظ سے ہوتا ہے جن میں فرمایا گیا تھا اور "وہ یقین لاویں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول حضرت محمد مصطفیٰؐ کو تمسخر اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے"۔

ان الہامات و مبشرات پر اگر غور کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ان میں جہاں خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان نہ لانے والوں سے مراد ہندو، سکھ، عیسائی اور دہریہ ہیں۔ وہاں ان سے مراد فتنۂ اشتراکیت کے علمبردار بھی ہیں۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی معنوں میں اس زمانے میں خدا تعالیٰ کے وجود کے منکر اور اس کی برحق کتاب اور پاک رسول حضرت محمد مصطفیٰؐ سے تمسخر اور استہزاء کرنے والوں میں پیش پیش تھے۔

لیکن بڑی عجیب اور حیران کن بات یہ ہے کہ یہ عظیم الشان پیشگوئی جو اس زمانے میں منظر اشاعت پر آئی تھی۔ جب برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت بری طرح دم توڑ چکی تھی اور اب یہاں لال قلعہ دہلی پر یونین جیک اپنی پوری شان و شوکت اور دبدبہ و طمطراق سے لہرا رہا تھا۔ اور انگریز اپنی حکومت کو غیر متزلزل بنیادوں پر مستحکم اور استوار رکھنے کے لئے یہاں عیسائیت کے فروغ کو ضروری سمجھتا تھا اور اس مقصد کے لئے وہ دین حق اور مسلمانوں کو بالکل ملیامیٹ اور تہس نہس کرنے کا تہیہ کئے بیٹھا تھا۔ یہاں تک کہ اس زمانے میں وائسرائے ہند سے لے کر ڈپٹی کمشنر تک ہر انگریز افسر یہاں پادریوں سے بڑھ چڑھ کر عیسائیت کی تبلیغ کر رہے تھے۔ کہ وہ دن دور نہیں ہیں۔ جب یسوع مسیح اپنے

شاگردوں کے روپ میں مکہ اور مدینہ میں داخل ہوں گے اور خانہ کعبہ پر عیسائیت کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا۔

مگر اس کے برعکس دیکھنے والوں نے یہ عجیب ماجرا دیکھا کہ جب مسیح موعود کی عظیم الشان پیشگوئی کے عملی ظہور کا وقت آیا تو عیسائیت اپنے تمام کروفر اور شان و شوکت کے باوجود نہ صرف برصغیر میں ہی احمدیوں کے ہاتھوں شکست فاش کھا چکی تھی۔ بلکہ یورپ اور امریکہ اور افریقہ کے میدانوں میں بھی اپنی تمام ترجارحانہ پیش قدمیوں اور فاتحانہ شوخیوں کو بھول چکی تھی اور اب دنیا میں روس کی سرزمین سے اشتراکیت کا ایک نیا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ جو طوفانی دریا کی طرح پوری برق رفتاری اور بے باکی سے اپنے چاروں طرف بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے برصغیر کے ایک بہت بڑے علمی و ادبی طبقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

اشتراکیت کے طوفانی دریا نے کس طرح یہاں کے ایک بہت بڑے علمی و ادبی طبقے کو اپنے سیلاب میں بہا لیا تھا؟........ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ پڑھے لکھے اور نئی روشنی کے دلدادہ لوگ جن پر عیسائیت کی قاہرانہ یلغار نے بھی کوئی اثر نہ کیا تھا۔ ان کا معتد بہ حصہ ترقی پسندی کے شوق میں "ادب لطیف" کا گرویدہ بن کر مذہب سے بیگانہ اور خدا کا منکر بن چکا تھا۔ اور علی الاعلان اپنے افسانوں ناولوں اور نظموں میں غریبوں کا ہمدرد بن کر مذہب کا مذاق اڑاتا اور خدا تعالیٰ کی ذات والاصفات میں گستاخیاں کرتا تھا اور برملا استہزاء اور تمسخر سے کام لیتا تھا۔ چنانچہ انہی ترقی پسند ادیبوں اور شاعروں میں سے جوش ملیح آبادی تھے۔ اسی طرح جناب عبدالحمید عدم، جناب ن۔م راشد اور شاعر انقلاب فیض احمد فیض جس کو روس کی اشتراکی حکومت نے "لینن نوبل پرائز" دیا تھا نے اشتراکیت کا نعرہ بلند کیا اور کلام میں خدا تعالیٰ کی شان پر طرح طرح کے حملے کئے۔ پھر شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبال کی سنئے۔ آپ فرماتے ہیں:-

خداوندا! خدائی دردسر ہے — خدائی اہتمام خشک و تر ہے
یہ دردسر نہیں درد جگر ہے — ولیکن بندگی استغفراللہ

اور یہ ان لوگوں کی حالت زار تھی جو خود کو اشتراکیت کا شکار کر چکے تھے۔ لیکن وہ لوگ جو خود کو توحید پرست خیال کرتے تھے۔ ان کی ایمانی حالت بالکل وہی تھی جس کا نقشہ جوش ملیسانی نے یوں کھینچا ہے۔

قائل خدا کا یوں تو ہے سارا زمانہ جوش
کتنا ہے دل میں احترام خدا کچھ نہ پوچھیئے

چنانچہ یہی وہ توحید پرست لوگ تھے۔ جو امکان کذب باری تعالیٰ پر بحثیں کرتے اور یہ مانتے تھے

کہ خدا جب کرسی پر بیٹھتا ہے تو کرسی اس کے بوجھ سے چرچر کرتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے لئے مکر اور فریب تک روا گردانتے تھے۔ اور اس کی صفات کو حادث بتاتے تھے (اور بعض صفات میں اس کے بندوں کو اس کا شریک مانتے تھے)۔ (وھابی مذہب کی حقیقت صفحہ 37، 38)

مگر ان کے سوا کچھ وہ بھی تھے جو دین حق سے برگشتہ ہو کر یہ کہتے تھے۔

شاید وہ اپنے ہونے کا کوئی ثبوت دے
اس مصلحت سے منکر یزداں رہے ہیں ہم

لیکن جب ان کو خدا تعالیٰ کے ہونے کا کوئی ثبوت نہ ملتا تھا تو واعظ سے بگڑ کر چلا اٹھتے تھے۔

بٹھا کے عرش پر رکھا ہے تو نے اے واعظ
خدا وہ کیا جو بندوں سے احتراز کرے

اور ستم یہ ہے کہ اس زمانے میں چونکہ اشتراکیت کے علمبرداروں کی طرف سے بار بار یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا۔ کہ وہ غریبوں کی امداد اور ان کی سربلندی کے نئے گُر تے ہوئے ہیں۔ اس لئے دنیا کا وہ طبقہ جو پہلے ہی عقائد کے میدان میں متزلزل اور ڈھلمل یقین تھا۔ اس نے فوراً مذہب سے برگشتگی و بیگانگی کا اعلان کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہاں وہ طبقہ بھی پیدا ہوا جو اشتراکیت کا دلدادہ بن چکا تھا جس میں بعض علماء بھی شامل تھے اور وہ علی الاعلان اس کی تعریف کرتے تھے اور اسی طرح یہاں بعض اخبارات کے مسلمان ایڈیٹر بھی تھے۔ جو اشتراکیت کی تائید میں بڑے زور شور سے مضمون لکھ رہے تھے اور حد یہ ہے کہ علامہ اقبال تو اس تحریک سے پہلے پہل اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے برملا یہ کہا کہ

"اگر بالشوزم میں خدا کی ہستی کا اقرار شامل کر لیا جائے تو بالشوزم اسلام کے بہت قریب آ جاتا ہے" اس لئے "میں متعجب نہیں ہوں گا۔ اگر کسی زمانے میں اسلام روس پر چھا جائے یا روس اسلام پر چھا جائے"۔ (حرف اقبال صفحہ۔ 170)

اور پھر انہوں نے بارگاہ خداوندی میں یہ بھی کہا۔

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات

پس یہ وہ انتہائی خطرناک اور پر آشوب زمانہ تھا۔ جب اشتراکیت کے سیلاب میں دنیا کا ایک بہت بڑا علمی و ادبی طبقہ خس و خاشاک کی طرح بہ رہا تھا اور وہ مذہب سے بیگانہ اور خدا کا منکر بن کر دہریت کا شکار ہو رہا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنی پیشگوئی کے عین مطابق سیدنا حضرت مرزا محمود احمد خلیفہ المسیح الثانی

کو مصلح موعود بنا کر دھریت کے اس فتنہ عظیمہ کے زوال و استیصال کے لئے کھڑا کیا اور آپ نے الہام الٰہی سے 1944ء کے جلسہ سالانہ پر یہ پرشوکت اعلان فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ کے اذن اور اسی کے انکشاف کے ماتحت میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ وہ مصلح موعود جس نے رسول کریمؐ اور حضرت مسیح موعود......... کی پیشگوئیوں کے ماتحت دنیا میں آنا تھا اور جس کے متعلق یہ مقدر تھا کہ وہ.......... اور رسول کریمؐ کے نام کو دنیا کے کناروں تک پھیلائے گا اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کے جلالی نشانات کا حامل ہوگا وہ میں ہی ہوں اور میرے ذریعہ ہی وہ پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں جو حضرت مسیح موعود......... نے اپنے ایک موعود بیٹے کے متعلق فرمائی تھیں" اور فرمایا

"میں کسی خوبی کا اپنے لئے دعوے دار نہیں ہوں میں فقط خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہؐ کی شان کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے......... نہ مجھے کسی دعویٰ میں خوشی ہے (بلکہ) میری ساری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک، محمد رسول اللہؐ کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آجائے"۔ (الموعود صفحہ۔ 66۔68)

اور پھر مزید فرمایا۔ کہ

"اللہ کے فضل اور اس کے رحم سے وہ پیشگوئی جس کے پورا ہونے کا ایک لمبے عرصے سے انتظار کیا جارہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اپنے الہام اور اعلان کے ذریعہ مجھے بتا دیا ہے کہ وہ پیشگوئی میرے وجود میں پوری ہو چکی ہے اور اب دشمنان......... پر خدا تعالیٰ نے کامل حجت کردی ہے اور ان پر واضح کر دیا ہے کہ .... خدا تعالیٰ کا سچا مذہب ہے اور محمد رسول اللہؐ خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور حضرت مسیح موعود......... خدا تعالیٰ کے سچے فرستادہ ہیں"۔ (الموعود صفحہ۔ 208)

سیدنا حضرت مرزا محمود احمد خلیفہ المسیح الثانی کے ان ارشادات سے نمایاں ہے کہ آپ نے 1944ء میں جب مصلح موعود ہونے کا دعویٰ خدا تعالیٰ کے اذن اور اسی کے الہام اور اعلام سے فرمایا تھا۔ تو اس امر کا علی الاعلان اظہار فرمایا تھا کہ آپ کا وجود باجود...."خدا تعالیٰ کے جلالی نشانات کا حامل".... اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہے" جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول برحق حضرت محمد عربیؐ اور دین حق کی صداقت و عظمت قائم کرنے کے لئے ایک ہتھیار بنایا ہے چنانچہ مصلح موعود کے ظہور کی الہامی پیشگوئی کا بھی یہی ایک عظیم الشان مقصد تھا جس کا خدا تعالیٰ نے خود ان الفاظ میں اظہار فرمایا تھا کہ

"تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور وہ یقین لاویں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک

رسول محمد مصطفیٰ ؐ کو تمسخر اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشان ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے"۔

خدا تعالیٰ کا یہ وہ الہامی کلام ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود ...... پر آج سے ایک صدی قبل نازل ہوا تھا۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جہاں دین حق اور اس کے خدا اور رسول کا انکار کرنے والوں سے مراد ہندو، سکھ، عیسائی اور دیگر مذاہب والے ہیں۔ وہاں بالخصوص اس سے مراد فتنہ دجال کی وہ شاخ بھی ہے جس کو اشتراکیت یا کمیونزم کہتے ہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں یہی وہ تحریک تھی جو مذہب کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی دعویدار اور بنی نوع انسان کے الواح قلوب سے نام خدا کو ملیا میٹ اور نسیاً منسیاً کرنے کا عزم لے کر اٹھی تھی۔

اور یہ امر واقعہ ہے کہ ٹھیک ان دنوں جب سیدنا حضرت مرزا محمود احمد خلیفہ المسیح الثانی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی فرمایا تھا۔ تو اس سے کچھ عرصہ پہلے اور کچھ عرصہ بعد آپ نے ایسے مبشر خواب دیکھے تھے۔ جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ اب آپ کو اشتراکیت کے علمبرداروں سے واسطہ پڑنے والا ہے اور آپ سے اس کے خلاف ایک عظیم جہاد کا آغاز کرنا ہے جس کے نتیجے میں دنیا سے اس خطرناک فتنہ کا استیصال ہوگا۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے جو مبشر خواب دیکھے۔ ان میں سے ایک دو نذر قلم ہیں۔

حضور فرماتے ہیں:۔

"میں نے دیکھا کہ (ایک) اژدہا ہے جو لوگوں پر حملہ کر رہا تھا۔ اور کوئی انسان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لوگ اس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں...... اور جب وہ سانس لیتا ہے تو جہاں تک وہ پہنچتا ہے ہر ایک چیز کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ اس وقت میں نے اپنے دوستوں میں سے ایک کو دیکھا جس پر وہ حملہ آور ہو رہا تھا۔ میں بھاگ کر گیا کہ اس کی مدد کروں۔ لیکن وہ اژدہا اس سے ہٹ کر مجھ پر حملہ کرنے لگا۔ اس وقت مجھ کو اژدہا یاجوج و ماجوج ہی معلوم ہونے لگا۔ اور یہ خیال آیا کہ اس کے سامنے ہو کر تو مقابلہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ "لایدان لاحد لقتالہما" کہ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ اور یہ حدیث یاجوج و ماجوج کے متعلق ہے اس سے مجھے کچھ گھبراہٹ سی پیدا ہوئی ہے لیکن معاً یہ بات مجھے سمجھائی گئی۔ کہ اس حدیث کا تو یہ مطلب ہے کہ اس کے سامنے سے ہو کر اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اگر کسی اور طریق سے حملہ کیا جائے تو ضرور کامیابی ہوگی...... اس کے بعد میں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی شروع کر دی جس سے وہ پگھلنا شروع ہو گیا۔ اور آخر کار مر گیا"۔ (المبشرات صفحہ۔ 313)

دوسرے خواب کی بابت حضور انگریزی میں لکھتے ہیں۔

"I saw a mountain which had three niches. Russia stood in the central niche, America in the one towards the south and England in the one towards the north. There appeared to be some struggle in the course of which both America and England fired at Russia but she received no injury. England then beckoned to me that I should help. I also fired at Russia but no result. Russia then got out of the niche and began to run. I ran after her and over took her, she faced round to me fixed before which I cannot be destroyed. I fired at her several times and though all the shots disappeared in to her body, she appeared to receive no injury and walked away.

I have been vouch-safed several other visions in this connection................ They indicate that nothing would avail again Russia in the beginning but in the end through my prayers and the prayers of my community God will destroyed her" (Communism and democ racy P. 4)

حضور اسی خواب کا اردو میں خلاصہ بیان فرماتے ہیں۔

"میں نے رویا میں دیکھا کہ ہم........ کہیں جا رہے ہیں ہمیں اپنے دائیں ہاتھ تین محرابیں نظر آئیں پہلی اور تیسری محراب میں دو شخص ہیں.......... درمیانی محراب میں ایک شیر ہے جس کی شکل ریچھ کی ہے.......سب سے پہلے تیسری محراب والے شخص نے ہمارے ہاتھ میں بندوق دیکھ کر ہمیں اشارہ کیا کہ ہم شیر پر فائر کریں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ دونوں مسلح آدمی....... شیر پر فائر کر چکے ہیں۔ مگر شیر کو کوئی گولی نہیں لگی۔ تیسری محراب والا آدمی یہ سمجھ کر کہ......... ہم شیر پر کامیاب حملہ کر سکتے ہیں ہمیں اپنی مدد کو پکارتا ہے۔ میں اس شیر پر فائر کرتا ہوں جس پر وہ شیر یا ریچھ محراب میں سے نکل کر بھاگ پڑتا ہے میں اس کے پیچھے فائر کرتا چلا جاتا ہوں۔ اور اگرچہ تمام چھرے اس کے جسم میں پیوست ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ پھر وہ کھڑا ہو کر میری طرف اشارہ کرتا ہے جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ آپ بے شک مجھ پر گولیاں چلا لیں۔ مگر میرے لئے ایک وقت مقدر ہے اور میں اس سے پہلے نہیں مر سکتا" (خلاصہ در خلاصہ) (الفضل 23۔ اگست 1946ء)

حضور اس خواب کی تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"(امریکہ اور انگریز) کی مجھ سے مدد مانگنے سے مراد یہ ہے کہ انگریز اور امریکہ روس کے مقابلہ میں

ہماری دعاؤں کے محتاج ہوں گے میرے فائر کرنے پر شیر کے بھاگ پڑنے پر مراد یہ ہے۔ کہ ہماری دعاؤں کے اثر کے نتیجے میں روسی طاقت میں ایک حرکت پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ نمایاں طور پر دنیا کے سامنے آجائے گا۔ اور یہ جو اس نے کہا کہ میری موت کا وقت نہیں آیا۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ کمیونزم کو دنیا میں اثر و نفوذ پیدا کرنے کے لئے کچھ ڈھیل دی جائے گی۔ لیکن آخر میری اور میری جماعت کی دعاؤں سے اس کا خاتمہ ہو گا"۔ (الفضل 23۔ اگست 1946ء)

سیدنا حضرت مرزا محمود احمد خلیفہ المسیح الثانی کے یہ ہر دو خواب جو آپ نے دعوی مصلح موعود سے کچھ عرصہ پہلے اور کچھ عرصہ بعد دیکھے اور بیان فرمائے۔ اس امر کا روشن ثبوت ہیں کہ پیشگوئی مصلح موعود کے عملی ظہور کا ایک عظیم الشان مقصد اس دشمن خدا اور دشمن مذہب و روحانیت کو کچلنا تھا جسکو اشتراکیت کا نام دیا گیا تھا کیونکہ ان ہر دو خوابوں میں آپکو یہ ہدایت فرمائی گئی تھی کہ اب وقت آگیا ہے کہ آپ اشتراکیت کے فتنہ عظیمہ کے خلاف اعلان جہاد کریں۔ اور نہ صرف دعاؤں سے بلکہ دیگر ذرائع سے بھی اسکو ختم کرنے کیلئے امریکہ اور برطانیہ کی مدد کریں چنانچہ اس عظیم مقصد کیلئے آپ نے انگریزی میں گراں قدر اور مفید مطلب کتاب "کمیونزم اینڈ ڈیماکریسی" کے نام سے لکھی اور امریکہ اور یورپ اور مشرق وسطی اور مشرق بعید اور جنوب مشرقی ایشیاء اور برصغیر کے ممالک کو اس فتنہ عظیمہ کے مقابلہ کیلئے بعض تدابیر اختیار کرنے کا مشورہ دیا جن پر عمل کر کے اس کو کچلا جاسکتا تھا پھر دوسری خواب سے تو یہ بھی نمایاں ہے کہ اس دشمن ایمان و آگہی کی ہلاکت بہت جلدی نہ ہو گی بلکہ "کمیونزم کو اثر و نفوذ پیدا کرنے کیلئے کچھ ڈھیل دی جائے گی"۔ بلکہ انگریزی فقرہ کہ "I FIRED AT HER SERVERAL TIME" سے تو یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی ہلاکت کے لئے مختلف وقتوں میں کئی بار اس پر فائرنگ کی جائے گی۔ تب کہیں جا کر یہ اپنے انجام کو پہنچے گا۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ کا ایک اور خواب بھی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر کامیاب اور نتیجہ خیز فائرنگ آپ کے اس بچہ کے عہد سعادت میں ہو گی۔ جس کے زمانہ خلافت میں اس کے اپنے ملک کے حالات نہایت خطرناک ہو جائیں گے اور وہ آپ کی گود میں روس جائے گا۔ جہاں اسے پہلے سے بہت سے احمدی روسیوں کا علم ہو گا۔ بلکہ بعض احمدی روسی گاؤں کا پتہ چلے گا"۔ (الفضل 8۔ مئی 1990ء)

لطف یہ ہے کہ ان دنوں آپ کو عربی زبان میں بھی ایک الہام ہوا تھا جس میں اس طریق جہاد کو متعین کر دیا گیا تھا۔ جو آپ فتنہ اشتراکیت کے خلاف شروع کرنے والے تھے چنانچہ وہ الہام اس طرح سے فرمایا۔

انما انزلت السورة الفاتحة لتد میر فتنة الدجال (الفضل ۵ مئی ۱۹۶۰ء)

کہ "سورہ فاتحہ کا نزول فتنہ دجال کے زوال اور استیصال کے لئے بھی ہوا ہے۔" اور اس میں آپ کو یہ بتا دیا گیا تھا کہ اب آپ کو اس دجالی فتنہ کو کچلنے کے لئے سورہ فاتحہ میں بیان شدہ اصولوں، تدبیروں اور درد مندانہ دعاؤں سے کام لینا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے خود 28۔ دسمبر 1945ء کو جلسہ سالانہ کی تقریر میں فرمایا کہ

"سورہ فاتحہ صرف روحانی ترقی کے ذرائع ہی بیان نہیں کرتی۔ بلکہ اس میں ہر قسم کے فلسفی، سیاسی اور اقتصادی جھگڑوں کے دور کرنے کے ذرائع بیان کئے گئے ہیں اور ایسے طریق بتائے گئے ہیں جن پر چل کر دجال کی ظاہری شان و شوکت کو مٹایا جاسکتا ہے" (الفضل 22۔ جنوری 1960ء)

اور یہ امر واقعہ ہے کہ آپ نے دعوی مصلح موعود کے بعد نہایت ہی شد و مد اور زور شور سے اشتراکیت کے فتنہ کے خلاف اپنی کوششوں کا آغاز کر دیا تھا۔ اور اس کو کچلنے کے لئے نہ صرف جماعت احمدیہ کے ہر طبقہ خیال کے افراد کو مخاطب فرمایا تھا۔ بلکہ غیر مذاہب کے علمبرداروں کو بھی آپ نے اشتراک عمل کی دعوت دی تھی۔ حضور فرماتے ہیں۔

"کمیونزم اس زمانہ کے اہم ترین فتنوں میں سے ہے یہ لوگ بظاہر تو کہتے ہیں کہ مذہب سے ہمارا کوئی ٹکراؤ نہیں۔ لیکن ان کا تمام طور طریق مذہب سے ٹکراؤ کا ہے۔ درحقیقت اس اقتصادی نظام کے تحت جس کو سوویٹ سسٹم دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے اسلام کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں"۔

پھر فرماتے ہیں۔

"لینن لکھتا ہے کہ ہمارا پہلا فرض ہے کہ ہم مذہب کو کچل دیں۔ اور اسے دنیا سے مٹا کر رکھ دیں۔ یہ کہنا کہ مذہب سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں۔ لینن کہتا ہے یہ بالکل جھوٹ ہے ہمارا واسطہ ہے۔ اور ضرور ہے۔ اور وہ واسطہ یہ ہے کہ ہم مذہب کو دنیا سے مٹا دیں۔ وہ یہ بھی دعوی کرتا ہے کہ جب تک خدا کا خیال دنیا میں باقی ہے اور جب تک دنیا اللہ تعالی کے وجود کو تسلیم کرتی ہے اس وقت تک ہمارے اصول دنیا میں کامیاب نہیں ہوسکتے"۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ۔

"........ کے لئے بلکہ ساری دنیا کے تمام مذاہب کے لئے کمیونزم کا اقتصادی نظام ایک خطرناک چیز ہے۔ کیونکہ وہ مذہب کی اشاعت اور اس کی (دعوت الی اللہ) کے راستہ میں روک بنتا ہے"

اور ان سب کے آخر میں اس کی قباحت و شناعت کو الم نشرح کرتے ہوئے فرمایا۔

"تمہارے سامنے کمیونزم کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو نہ عقلی لحاظ سے......... کے لئے خطرناک ہے۔ بلکہ مذہبی لحاظ سے بھی وہ بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ گذشتہ انبیاء نے ہزاروں سال سے اس فتنہ کے متعلق خبر دی ہوئی ہے۔ مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق احادیث میں بھی آتا ہے اور پہلی کتب میں بھی......... حزقی ایل نبی نے بھی اپنی کتاب میں روس کے ایک فتنہ کے متعلق پیشگوئی کی ہے اور بتایا ہے کہ آخری زمانہ میں اس کے ذریعہ دین پر حملہ کیا جائے گا۔ گویا وہ فتنے جن کی تمام انبیاء نے خبر دی۔ ان میں سے اگر نام لے کر کسی فتنہ کی خبر دی گئی ہے تو وہ یہی فتنہ ہے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ فتنہ کتنا اہم ہے کہ اس نے ہزاروں سال پہلے اس کے متعلق خبر دے دی تھی"۔ (الفضل 5۔ جولائی 1945ء)

سیدنا حضرت مرزا محمود احمد خلیفہ المسیح الثانی کے ان ارشادات سے یہ ظاہر و باہر ہے کہ آپ خوب سمجھتے تھے کہ مصلح موعود کے بلند روحانی منصب پر متمکن ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کو فتنہ اشتراکیت کے استیصال کے لئے سرگرم عمل ہونا پڑے گا۔ کیونکہ اس دعویٰ سے پہلے اور اس دعویٰ کے بعد آپ کو جو خواب دکھلائے گئے تھے۔ ان میں نہ صرف آپ کو اس فتنہ کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کی ہدایت کی گئی تھی۔ بلکہ آپ کو الہام الٰہی۔

انما انزلت السورة الفاتحة لتد مير فتنة الدجال

میں یہ بھی بتا دیا گیا تھا۔ کہ آپ کو اس جہاد میں کامیابی اور کامرانی کے لئے سورہ فاتحہ میں مذکورہ ادعیہ اور تدابیر اور ذرائع سے کام لینا پڑے گا۔ بلکہ ایک اور خواب میں تو یہ بھی بتا دیا گیا تھا۔ کہ آپ نے پہلے پہل اس سلسلے میں جہاد کے لئے کون سی جگہ منتخب کرنی ہے؟ چنانچہ اس بارے میں آپ نے 17۔ فروری 1945ء کو جو خواب دیکھا تھا وہ اس طرح پر تھا۔ فرمایا۔

"میں نے خواب میں دیکھا کہ انقلاب لاہور کا ایک پرچہ میرے ہاتھ میں ہے......میں اسے پڑھتا ہوں۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ امام جماعت احمدیہ نے پنجاب یونیورسٹی کا انٹرنس کا امتحان پاس کر لیا ہے......... اور پھر میں اپنے دل میں کہتا ہوں کہ بی۔ اے کا امتحان بھی دے دوں" (الفضل 14۔ مارچ 1945ء)

چنانچہ اس خواب کے چند دن بعد 25۔ فروری 1945ء کو خدا تعالیٰ نے پردہ غیب سے یہ سامان پیدا فرمائے۔ کہ آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے ممتاز اساتذہ اور طلباء کے علاوہ لاہور، گجرات، فیروزپور اور امرتسر کے مقتدر اہل علم طبقہ کے ہزاروں افراد کے سامنے اڑھائی گھنٹے تک ایک نہایت ہی ایمان افروز اور معرکتہ الآراء لیکچر دیا۔ جس میں آپ نے......... کے اقتصادی نظام کے بعض حد درجہ حسین اور دلآویز

پہلوؤں کو نہایت ہی خوش اسلوبی سے اجاگر فرمایا۔ جن کو عملی رنگ دے کر دولت کی ریل پیل کو چند امیر خاندانوں تک محدود نہیں رکھا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں آپ نے ناجائز عیش و عشرت کی زندگی کے خلاف دین حق کی تعلیمات کو بیان فرمایا۔ اور ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کو نہ صرف گناہ عظیم اور بنی نوع انسان کی قابل مؤاخذہ حق تلفی قرار دیا۔ بلکہ قوم وملک کی تباہی و بربادی کا موجب ٹھہرایا اور پھر غلامی کی روک تھام اور سود کی ممانعت اور ورثہ کی تقسیم کے بارے میں خدائی ارشادات کی تفصیل بتلائی۔

علاوہ ازیں دین حق نے غریبوں اور محتاجوں کے معیار زندگی کو بلند کرنے اور انہیں معاشرہ میں عزت بخش مقام دلوانے کے لئے صدقہ وخیرات اور زکوٰۃ کی جو ہدایات تلقین فرمائی ہیں ان کو پیش فرمایا۔ اور اس کے بعد اس امر کو بوضاحت بیان فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ نے ابتدائے عالم میں ہی حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعے جو اقتصادی نظام جاری فرمایا تھا وہ یہی نظام ہے جس کو دین حق دنیا میں پیش کرتا ہے اور جس کے بدوں دنیا میں حقیقی مساوات کا عملی قیام ناممکن الوقوع بلکہ امر محال ہے۔ پھر روس کے داخلی حالات وواقعات سے بھی یہ ثابت کر دکھایا کہ وہاں کی آبادی میں عملاً وہ مساوات نہیں پائی جاتی جس کا بیرونی دنیا میں دن رات ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ اور پھر اس روسی اقتصادی نظام کے نقائص بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ۔

1۔ اس نظام میں کوئی شخص دینی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف نہیں کر سکتا۔

2۔ اس نظام میں حکومت حق ملکیت میں دخل اندازی کرتی ہے۔

3۔ اس نظام کے نتیجے میں روس میں علمی ترقی رک جانے کا اندیشہ دامنگیر ہے۔ کیونکہ حصول علم کے لئے نہ سرمایہ دیا جاتا ہے نہ بیرونی ممالک میں جانے کی اجازت ہے۔

4۔ اس نظام کو جاری و ساری رکھنے کے لئے طاقت کا ہونا ضروری ہے اور ڈنڈے کے بغیر یہ نظام قائم نہیں رہ سکتا۔

5۔ اس نظام میں سود کی ممانعت کو بطور فلسفہ اختیار نہیں کیا گیا۔

6۔ اس نظام کی رو سے کیپٹلزم کو کچلا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اس میں ایکسچینج کے طریق کا جواز ہے۔

7۔ اس نظام کو چلانے کے لئے حکومت جبر سے کام لینے پر مجبور ہے۔ جس سے باہم نفرت بڑھتی ہے اور ڈر ہے کہ سرمایہ دار بھی آئیندہ کام کرنا چھوڑ دے۔

8۔ اس نظام میں عائلی محبت کو کچل دیا گیا ہے اور یہی چیز ہے۔ جو زمانہ مستقبل میں اس کی تباہی موجب بنے گی۔

9- اس نظام میں اصل کام ہاتھ کا کام ہے اور اس میں دماغی صلاحیتوں کی قدر نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے دماغی کام کرنے والے ملک کو خیر باد کہہ دیں گے یا پھر اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے پر مجبور ہوں گے۔

10- اس نظام میں صنعت و حرفت پر حکومت کی اجارہ داری ہے۔ اور امپورٹ اور ایکسپورٹ بھی اس کے سپرد ہے۔ اس لئے ایک وقت آئے گا کہ روس اقتصادی طور پر گر جائے گا۔

11- اس نظام کی بنیاد صرف ملکی ہمدردی پر ہے اور عالمگیر ہمدردی اس کا مطمح نظر نہیں ہے کیونکہ یہ نظام کوئی اصولی فلسفہ نہیں ہے بلکہ محض ایک سیاسی تحریک ہے جس کا اصل مقصد اس کو طاقت ور بنانا اور اسے مذہب کے مقابل پر لا کھڑا کرنا ہے جو درحقیقت ابدی سچائی اور دیانت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے اور پھر حقائق و واقعات سے ثابت کیا۔ کہ روس میں عملاً کوئی مساوات نہیں پائی جاتی۔

پس یہ وہ گیارہ نقائص تھے جو آپ نے روسی اقتصادی نظام کے اس وقت بیان فرمائے۔ اور ساتھ ہی آپ نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ اگر اب بھی کوئی شخص میری ان باتوں کو درست تسلیم نہ کرے اور بضد ہو کہ روس میں حقیقی مساوات پائی جاتی ہے۔ تو میں ایک ایسے شخص کا تمام خرچ برداشت کرنے کو تیار ہوں۔ جو روس جائے اور بچشم خود وہاں کے حالات کا جائزہ لے اور اصل حقیقت کو دنیا کے سامنے پیش کرے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

"میں تمام خرچ برداشت کرنے کو تیار ہوں۔ کمیونسٹ پارٹی میرا آدمی اپنے ساتھ لے جائے اور اسے بخارا اور ماسکو وغیرہ بھیجا جائے اور پھر ثابت کرے کہ بخارا کے غرباء کو بھی وہی کچھ ملتا ہے۔ جو ماسکو کے غرباء کو ملتا ہے۔ یقیناً حالات کا جائزہ لینے پر یہی معلوم ہو گا۔ کہ ماسکو میں اور طریق رائج ہے۔ اور بخارا وغیرہ میں اور طریق رائج ہے اور یہی حال دوسرے ایشیائی مقبوضات کا ہے" (......... کا اقتصادی نظام صفحہ 130)

سیدنا حضرت مرزا محمود احمد خلیفہ المسیح الثانی کے اس روح پرور اور باطل شکن لیکچر کا یہ اثر دیکھنے میں آیا کہ کمیونزم کے حامیوں نے برملا اشتراکیت سے اظہار نفرت کیا۔ اور دین حق کے اقتصادی نظام کی تعریف کی اور اس سے عقیدت و محبت کا دم بھرنے لگے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اشتراکی کیمپ میں کھلبلی مچ گئی۔ اور اس کے علمبرداروں نے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر خدا کے اس محبوب بندے کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں اور آپ کے خلاف ریشہ دوانیوں کا آغاز کر دیا۔ یہاں تک کہ حضور نے خود اپنے ایک خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا۔ کہ

"کمیونسٹوں کی طرف سے مجھے بار بار اطلاعات مل رہی ہیں کہ آپ تو باہر کے لوگوں کو درست کرنے کی

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

فروری ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس شمارے میں

جلد نمبر ۳۴

شمارہ نمبر ۲

شرح چندہ

پاکستان ــــــــــــ تیس ۳۰ روپے سالانہ
فی پرچہ ــــــــــــ تین ۳ روپے

کوشش کر رہے ہیں اور ہم قادیان میں فتنہ پیدا کرنے کی تدابیر سوچ رہے ہیں۔ اور ہم نے اپنے ایجنٹ بھی وہاں بھیج دیئے ہیں تاکہ وہ اندر ہی اندر آہستہ آہستہ فتنہ پیدا کریں"۔ (الفضل 5۔ جولائی 1945ء)

اور یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں نے واقعی اپنی گندی فطرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قادیان میں اپنے ایجنٹ بھیج رکھے تھے۔ جس کے زیر اثر اس زمانے میں.........اور بعض سکھ اور ہندو نوجوان مصروف عمل تھے۔ اور ان لوگوں کے خبث باطن کا یہ ثبوت تھا۔ کہ انہوں نے حضرت مصلح موعود کو ہراساں اور پریشان کرنے کیلئے یہ دکھ دہ شیطانی ڈرامہ ایکٹ کیا۔ کہ ٹھیک ان دنوں جب حضور اپنے اہل وعیال سمیت ڈلہوزی کے پر فضا مقام پر اقامت پذیر تھے تو انہوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا خلیل احمد کے نام کچھ اشتراکی لٹریچر بھیجا اور یہ لٹریچر ابھی پوسٹ آفس میں ہی تھا۔ کہ پولیس نے آپکی کوٹھی کا محاصرہ کر لیا اور اس طرح انہوں نے حضور پر نور اور جماعت احمدیہ کو تڑپا کر یہ سمجھ لیا کہ انہوں نے قادیان میں اشتراکیت کا جھنڈا گاڑ دیا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں فتح عظیم حاصل کر لی ہے۔ حالانکہ یہ شیطانی حربہ تو رحمانی جماعت کو مزید بیدار کرنے کیلئے ایک تازیانہ تھا۔ جس نے جماعت احمدیہ کو اور ہوشیار کیا۔ اور اس نے باقاعدہ اشتراکیت کے خلاف اپنی اصل جنگ کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ دیکھنے والوں نے دیکھا اور سننے والوں نے سنا کہ کمیونسٹوں کے اس چیلنج کو قبول کر کے حضرت مصلح موعود نے جماعت احمدیہ کو اشتراکیت کے مقابلہ کیلئے پوری طاقت سے ابھارا۔ اور اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 9۔ مارچ 1945ء میں فرمایا۔

"میں نے جلسہ سالانہ سے قبل اور جلسہ پر بھی دوستوں کو توجہ دلائی تھی۔ کہ ہمیں کمیونسٹ تحریک کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے"۔

پھر فرمایا۔

"میں نے دوستوں کو بار بار توجہ دلائی ہے کہ کمیونزم اس زمانے کے اہم ترین فتنوں میں سے ہے۔......(اور)......... کیلئے بلکہ دنیا کے تمام مذاہب کیلئے کمیونزم کا اقتصادی نظام ایک خطرناک چیز ہے کیونکہ وہ مذہب کی جڑ پر تبر رکھتا ہے اور مذہب کی اشاعت اور اسکی (دعوت الی اللہ) کے راستہ میں روک بنتا ہے۔ پس ہماری جماعت کیلئے ضروری ہے کہ کمیونزم کے متعلق جو لٹریچر شائع ہو۔ اسکی دنیا میں اچھی طرح اشاعت کرے۔ اور اس فتنہ کے مقابلہ کیلئے پوری طرح تیار ہو جانا چاہیئے"۔

اور پھر فرمایا۔

"یہ کام تو ایسا ہے کہ اس میں ہزاروں ہزار آدمی مشغول ہو جانے چاہیئیں۔ تب دنیا میں کچھ حرکت پیدا ہو سکتی ہے۔ جو تنظیم ان لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ وہ ایسی ہے کہ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور

ان کے لاکھوں مبلغ دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ گذشتہ دنوں امریکہ کے ایک اخبار میں شائع ہوا تھا کہ ہندوستان میں کمیونسٹ خیالات کی اشاعت کے لئے بارہ ہزار مبلغ روس میں تیار کئے جا رہے ہیں۔ اس سے سمجھ لو کہ اگر بارہ ہزار مبلغ ایک وقت میں روس کے ایک مدرسہ میں تیار کئے جا رہے ہوں۔ تو پندرہ بیس سال میں وہ مختلف ممالک میں اپنے کس قدر مبلغ پھیلا چکے ہوں گے"؟

اور ان سب کے آخر میں آپ نے شیر نر کی طرح دھاڑتے ہوئے اشتراکی لیڈروں کو للکار کر کہا۔ کہ

"کمیونسٹ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب خدا تعالی نے مجھے اس کام کیلئے کھڑا کیا ہے تو...... کمیونسٹ میرے مقابلہ میں جیت نہیں سکتے۔ بلکہ ان کا ہی منہ کالا ہو گا کیونکہ میری آواز میری آواز نہیں بلکہ میری زبان سے خدا اپنی آواز دنیا میں پھیلا رہا ہے۔ اور اس کا مقابلہ کرنے کی ان کمیونسٹوں میں کیا۔ ان کے سرداروں میں بھی طاقت نہیں"۔

پھر فرمایا۔

"خدا کے کام ہو کر رہیں گے۔ دشمن ناکام ہو کر رہیں گے......... اس فتنہ کے پیدا کرنے میں اسے ذلت اور روسیاہی کا سامنا کرنا پڑے گا......... نہ پہلے کوئی فتنہ کامیاب ہوا ہے اور نہ اب یہ فتنہ کامیاب ہو گا۔ خدا کی مشیئت پوری ہو کر رہے گی اور اس قسم کے لوگ ہمیشہ ناکام و نامراد رہیں گے"۔

(الفضل 5۔ جولائی 1945ء)

سیدنا حضرت مرزا محمود احمد المصلح الموعود نے آج سے پینتالیس سال قبل فتنہ اشتراکیت کے علمبرداروں کو جو للکار کر یہ کہا تھا کہ "کمیونسٹ میرے مقابلہ میں جیت نہیں سکتے۔ بلکہ ان کا ہی منہ کالا ہو گا۔ کیونکہ میری آواز میری آواز نہیں ہے بلکہ میری زبان سے خدا اپنی آواز دنیا میں پھیلا رہا ہے۔ اور اس کا مقابلہ کرنے کی ان کمیونسٹوں میں کیا۔ ان کے سرداروں میں بھی طاقت نہیں" ہے۔ اور ہر حال میں "خدا کی مشیئت پوری ہو کر رہے گی۔ اور اس قسم کے لوگ ہمیشہ ناکام و نامراد رہیں گے"۔ تو یہ کوئی شاعرانہ تعلّی یا ایشیائی مبالغہ آرائی نہ تھی بلکہ ایک امر واقعہ تھا۔ اور ہم سب اس کے زندہ گواہ ہیں کہ حضرت مرزا محمود احمد المصلح الموعود نے جو کچھ کہا تھا۔ وہ حرف بحرف پورا ہوا۔ اور کمیونسٹوں کو آج تک کسی بھی ملک میں احمدیوں کے بالمقابل محاذ بنا کر کھڑا ہونے کی جرات نصیب نہ ہوئی۔ بلکہ روس کی حکومت تو احمدیوں سے اس قدر لرزاں اور ترساں رہی ہے کہ آج تک اس نے اپنے فولادی دروازے احمدیوں کیلئے نہیں کھولے۔

مگر اس کے باوجود روس کی سرزمین یہ نظارہ بھی دیکھ چکی ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد

صاحب کے دعویٰ مصلح موعود سے قبل جب ان کی تحریک پر ان کے ایک خادم حضرت مولانا ظہور حسین صاحب چھپتے چھپاتے روس جا پہنچے۔ تو وہاں ان کو نہ صرف محبوس زنداں کیا گیا۔ بلکہ ان پر انتہائی ظلم و تشدّد بھی کیا گیا اور ان کے قتل کے منصوبے بھی بنائے گئے۔ لیکن اس سب کے باوجود وہ ان کو قتل نہ کر سکے۔ اور جب ان کو ان کی مرضی کے خلاف روس سے جبراً باہر دھکیل دیا گیا۔ تو چالیس روسی قیدی ان کی دعوت الی اللہ سے حلقہ بگوش احمدیت ہو چکے تھے۔ یقیناً ایک احمدی قیدی کی دعوت الی اللہ سے وہاں چالیس آدمیوں کا خدائے واحد و یگانہ کا پرستار بن جانا۔ کمیونسٹ روسی حکومت کی شکست فاش کا ایک واضح اعلان تھا۔ اور اس کے لئے عبرت کا سامان بھی!!!

پھر یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب آپ نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا تھا۔ کہ ایک ترکستانی روسی خاندان مشرف بہ احمدیت ہو کر قادیان پہنچا۔ جس خاندان کے ایک خوش نصیب فرد محترم حاجی ڈاکٹر جنود اللہ صاحب آف سرگودھا تھے۔ اور یہ خاندان اس بات کا زندہ گواہ تھا۔ کہ روس کی کمیونسٹ حکومت انتہائی جبر و تشدّد اور پابندیوں کے باوجود بھی احمدیت کی دعوت الی اللہ اور اس کے اثر و نفوذ کو وہاں روک نہ سکی تھی۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اس وقت سے لے کر آج تک کے پینتالیس سالوں میں ہم نے تو یہی کچھ دیکھا ہے کہ آپ نے جو یہ فرمایا تھا کہ "کمیونسٹ میرے مقابلہ میں جیت نہیں سکتے" کیونکہ "میری آواز میری نہیں بلکہ میری زبان سے خدا اپنی آواز دنیا میں پھیلا رہا ہے۔ اور اس کا مقابلہ کرنے کی ان کمیونسٹوں میں کیا۔ ان کے سرداروں میں بھی طاقت نہیں" ہے۔ وہ حرف بحرف پورا ہوا۔ بلکہ ہم نے تو یہ بھی دیکھا کہ ٹھیک ان دنوں جب اشتراکیت کا فتنہ تیز و تند طوفانی دریا کی طرح اپنے چاروں طرف بڑھ رہا تھا۔ اور ہر بلند و پست کو اپنے سیلاب میں بہائے لئے جا رہا تھا۔ تو آپ نے ڈنکے کی چوٹ اس کی تباہی و بربادی کا اعلان کیا۔ اور للکار کر کہا کہ۔

"بالشوازم کے موجودہ نظام پر نہیں جانا چاہیئے۔ وہ (نئی نسل) اس وقت زار کے ظلموں کو یاد رکھے ہوئے ہے جس دن یہ خیال ان کے دل سے بھولا پھر یہ طبعی احساس کہ ہماری خدمات کا ہم کو صلہ ملنا چاہیئے۔ ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے گا۔ تو نئی پود بغاوت کرے گی۔ اور اس تعلیم کی ایسی شناعت ظاہر ہوگی۔ کہ ساری دنیا حیران رہ جائے گی"۔ (نظام نو صفحہ 88)

پھر فرمایا۔

"بالشویک اصول میں ایک اور بڑی غلطی یہ ہے۔ کہ اس کا سارا زوال نہایت خطرناک ہوگا۔ دوسری تحریکات میں تو یہ ہوتا ہے کہ ایک بادشاہ مرتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا بادشاہ تخت حکومت پر بیٹھ

جاتا ہے ایک پارلیمنٹ ٹوٹتی ہے تو دوسری بن جاتی ہے لیکن بالشویک تحریک میں اگر کبھی کمزوری آئی۔ تو یک دم تباہ ہو جائے گی اور اس کی جگہ زار ہی آئے گا۔ کوئی دوسری حکومت نہ آئے گی۔ جب یہ تحریک گرے گی تو کلی طور پر گرے گی" (نظام نو صفحہ 41)

اور پھر فرمایا۔

"اس (نظام) میں عائلی محبت کا سر کچل دیا گیا ہے جو آخر مضر ہو گا .... اور یہ نظام بھی ایسا ہے جو دیر تک چل نہیں سکتا .... لوگ سمجھتے ہیں کہ کمیونزم کامیاب ہو گیا حالانکہ اس وقت کمیونزم کی کامیابی محض زار کے مظالم کی وجہ سے ہے جب پچاس ساٹھ سال کا زمانہ گزر گیا۔ جب زار کے ظلموں کی یادیں دلوں سے مٹ گئی۔ جب اس کے نقوش دھندلے پڑ گئے۔ اگر اس وقت بھی یہ نظام کامیاب رہا تب ہم سمجھیں گے کہ کمیونزم واقعہ میں ماں باپ کی محبت اور باپ کے پیار اور بہن کی ہمدردی کو کچلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے یہ محبتیں کبھی کچلی نہیں جا سکتیں ایک دن آئیگا کہ پھر یہ محبتیں رنگ لائیں گی۔ پھر دنیا میں ماں کو ماں ہونے کا حق دیا جائے گا۔ پھر باپ کو باپ ہونے کا حق دیا جائے گا۔ اور پھر بہن کو بہن ہونے کا حق دیا جائے گا۔ اور یہ گم گشتہ محبتیں واپس آئیں گی لیکن اس وقت یہ حالت ہے۔ کہ کمیونزم انسان کو انسان نہیں .... بلکہ ایک مشیزی کی حیثیت دے رہا ہے۔ یہ مشینری زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی۔ وقت آئے گا کہ انسان اس مشینری کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا۔ اور اس نظام کو اپنے لئے قائم کرے گا۔ جس میں عائلی جذبات کو اپنی پوری شان کے ساتھ برقرار رکھا جائے گا"۔ (........ کا اقتصادی نظام صفحہ 121۔122)

اور پھر فرمایا۔

"اس وقت بظاہر ایسا نظر آتا ہے۔ کہ روس اقتصادی طور پر کامیاب ہو رہا ہے۔ لیکن جب اس کی صنعت بڑھے گی۔ اس وقت اس کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اور اقتصادی طور پر وہ بالکل گر جائے گا"۔ (........ کا اقتصادی نظام صفحہ 125)

پھر فرمایا۔

"حزقی ایل نبی کی خبر یہ بتا رہی ہے کہ کمیونسٹ نظام اقتصاد کو اللہ تعالیٰ دنیا میں قائم رکھنا پسند نہیں کرتا۔ اور...... اگر اس نظام کے متولیوں نے اس سے توبہ نہ کی۔ اور وہ غیر قوموں میں دخل اندازی اور تصرّف سے باز نہ آیا۔ تو خدا تعالیٰ کا عذاب اس پر نازل ہو گا۔ اور وہ اس کی ہیبت ناک سزا کا نشانہ بن کر دنیا کے لئے ایک عبرت کا سامان پیدا کریگا"۔ (........ کا اقتصادی نظام صفحہ 156)

اور ان سب کے آخر میں فرمایا۔

"خدا تعالیٰ بڑی سے بڑی طاقت کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر سکتا ہے .... جس خدا نے چاند اور دوسرے سیاروں کو پیدا کیا ہے وہ روس کو بھی تباہ کر سکتا ہے۔ بہر حال خدا تعالیٰ کا مقابلہ اچھا نتیجہ نہیں پیدا کیا کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے۔ زمین اور آسمان اس کی مٹھی میں ہیں اور روس دنیا کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ وہ تو چاند پر راکٹ پھینکنے پر فخر کر رہا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی مٹھی میں سب چیزیں ہیں وہ چاند اور دوسرے سیاروں کو بھی پیس سکتا ہے۔ وہ کسی ملک کو بھی چاہے خواہ وہ روس ہی ہو پیس سکتا ہے" (الفضل 17۔ جنوری 1959ء)

زمانہ گواہ ہے اور ہم سب گواہ ہیں۔ کہ سیدنا حضرت مرزا محمود احمد المصلح الموعود نے فتنہ اشتراکیت کے زوال و استیصال کے لئے پچاس ساٹھ سال کی مدّت بیان فرمائی تھی۔ مگر ابھی اس فتنہ پر پینتالیس سال بھی پورے نہ گزرنے پائے تھے کہ آپ نے اس کی تباہی و بربادی کی جو تفصیلات پیش فرمائی تھیں اور پھر ان تفصیلات کو جس ترتیب اور اس ترتیب کو جن ادوار و احوال کے ساتھ بیان فرمایا تھا۔ آج ہم نے بچشم خود دیکھا۔ کہ ان تفصیلات کی اسی ترتیب اور اس ترتیب کے انہی ادوار و احوال سے گزر کر اب یہ فتنہ اپنی زندگی کے آخری ہنگورے لے رہا ہے اور ہر دیکھنے والا یہ ایمان افروز نظارے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ روس کا وہ اشتراکی نظام جو صفحہ عالم سے خدا تعالیٰ کا نام اور اس کے دین حق کو مٹانے کو اٹھا تھا۔ وہ خود خدا تعالیٰ کی قدرت و جلال کی قہری تجلّیوں کا نشانہ بن کر روس کی سرزمین سے مٹتا چلا جا رہا ہے۔

چنانچہ پچھلے ایک دو سالوں میں ہی ہم نے یہ نظارہ دیکھا کہ روسی عوام نے روسی حکومت سے اپنی خدمات کا صلہ مانگا۔ اور حکومت نے انتیس قسم کے کاروباری اداروں کو نجی شعبوں کی تحویل میں دے دیا۔ پھر ہم نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ روس کے وزیر خارجہ شیورڈ ناتزے نے یہ کہہ کر وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔ کہ "ملک میں آمریت مسلّط کی جا رہی ہے اور میں آمروں کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا ہوں"۔ اور پھر ہم نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ اشتراکی نظام حکومت عائلی محبتوں کو کچلنے میں بالکل ناکام و نامراد ہوا ہے اور اب نہ صرف روس میں گم گشتہ محبتوں کی ٹھنڈکیں واپس لوٹ چکی ہیں بلکہ بہت دور جرمنی میں بھی "دیوار برلن" گر چکی ہے اور مدّتوں کے بچھڑے ہوئے بہن بھائی اور ماں باپ اور ان کے بچے ایک دوسرے سے باہم گلے مل رہے ہیں۔ اور اب تو اس فتنہ کے زوال و استیصال کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی

ہے کہ خود روسی حکومت اقتصادی بد حالی و پریشانی کا شکار ہے ملک میں قحط کا سماں اٹھکیلیاں کر رہا ہے اور حکومتی نظم و نسق خزاں گزیدہ بہار بن چکا ہے بالٹک کی پندرہ ریاستیں پرچم بغاوت بلند کر چکی ہیں اور امریکہ اور اس کے اتحادی اس کو دنیا کی دوسری سپر پاور حکومت ماننے سے انکاری ہیں۔

پس ان حالات میں جبکہ اشتراکی حکومت کی تباہی و بربادی کی مذکورہ بالا پیشگوئیاں اپنا جلوہ صداقت دکھا چکی ہیں۔ تو یہ لازمی بات ہے۔ کہ وہ پیشگوئیاں بھی اپنے عملی وقوع کے ساتھ منظر عالم پر ابھریں گی اور ضرور ابھریں گی جن میں دین حق اور احمدیت کے فتح و غلبہ کا ذکر و اذکار ہے۔ اور جن میں سے بعض کی نسبت سیدنا حضرت مرزا محمود احمد المصلح الموعود یہ فرما چکے ہیں۔ کہ

اور یہ سارا گاؤں اور اس علاقے میں جو ہم لوگ ہیں۔ یہ سب احمدی ہیں لیکن ہم حالات کی مجبوری کی وجہ سے اپنے آپ کو چھپائے ہوئے ہیں"۔ (الفضل 8۔ مئی 1990ء)

سیدنا حضرت مصلح موعود کے اس خواب کے ساتھ اگر آپ کے اس خواب کو بھی ملا لیا جائے۔ جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اور جس کی تعبیر میں آپ نے یہ فرمایا تھا۔ کہ "کمیونزم کو دنیا میں اثر و نفوذ پیدا کرنے کیلئے کچھ ڈھیل دی جائے گی" اور پھر اس تعبیر کے ساتھ ہی اگر آپ کے اس ارشاد گرامی کو بھی ملا لیا جائے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ "کمیونزم کا فتنہ پچاس ساٹھ سال میں اپنے انجام کو پہنچ جائے گا"۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ اب اس فتنہ کے کلی استیصال اور زوال کا وقت آ پہنچا ہے کیونکہ ان پچاس ساٹھ سالوں میں سے چھیالیس سال گزر چکے ہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ ان پچاس ساٹھ سالوں میں سے جو باقی چار یا چودہ سال رہ گئے ہیں۔ ان میں وہ تیسری عالمگیر جنگ "خدا تعالیٰ کا عذاب (بن کر) اس پر نازل ہو۔ اور وہ اس کی ہیبت ناک سزا کا نشانہ بن کر دنیا کے لئے ایک عبرت کا سامان پیدا کرے"۔ کیونکہ مشرق وسطیٰ سے اٹھنے والے تباہی و بربادی کے سیاہ بادل بتا رہے ہیں کہ اب وہ جلد ہی وقت آنے والا ہے جب یہ سیاہ بادل تیسری عالمگیر جنگ میں برسنے والے بموں اور میزائلوں میں تڑپتی بجلیوں کے انگاروں اور شعلوں میں بدل جائیں گے۔ اور دراصل یہی وہ وقت ہو گا جب فتنہ اشتراکیت کے کلی زوال و استیصال کی عظیم الشان پیشگوئیاں افق عالم پر اپنی پوری آن بان اور آب و تاب سے چمکیں گی۔ اور ہر کوئی ان کو افق عالم پر چمکتے ہوئے دیکھ لے گا۔ کیونکہ ان پیشگوئیوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تیسری عالمگیر جنگ کے آتش و آہن میں ہی اشتراکیت کا وجود جل بھن کر بھسم ہو جائے گا۔ اور روس بالکل تباہ و برباد ہو جائے گا۔ تب اس سرزمین کے جھلسے ہوئے ذرّے ذرّے سے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوں گی اور پھر وہ وقت آئے گا۔ جب روس کا عصا حضرت مسیح موعود......... کے ہاتھوں میں تھما دیا جائے گا۔ کیونکہ یہی تقدیر

الٰہی ہے اور یہی فیصلہ خداوندی ہے کہ روس کی سرزمین میں دین حق اور احمدیت کے نام لیوا ان گنت اور بے شمار ہوں گے اور ریت کے ذرّوں کی طرح "لاتعد ولا تحصیٰ" ہونگے۔ اور روس کا عصا حضرت مسیح موعود........ کے ہاتھوں میں دیا جائے گا۔

اور یہ بات بہت حد تک یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اشتراکیت کے فتنہ کا زوال و استیصال حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد سعادت میں ہی مکمل ہو گا۔ جس کا بہت سارا حصہ حیطۂ عمل میں آچکا ہے بلکہ دنیا کا سیاسی اور علمی طبقہ تو یہ بھی مان چکا ہے کہ اشتراکیت کا نظام کلیتہً ناکام ہو چکا ہے اور خود حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع بھی اس حقیقت کا بارہا اظہار فرما چکے

"بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود........ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ آخر روس کا نظام ہمارے ہاتھوں میں دیا جائے گا اور اس کی اصلاح کا کام ہمارے سپرد ہو گا۔ یہ خدائی کلام ہیں جو ایسے وقت میں کہے گئے ہیں جب کہ ان کے پورے ہونے کے کوئی بھی اسباب دنیا میں نظر نہیں آتے تھے اور نہ اب نظر آتے ہیں۔"

پھر آپ نے 1945ء میں لاہور کے جلسہ میں ہی یہ فرمایا تھا۔

"میں ان ہزاروں لوگوں کے سامنے جو اس مقام پر جمع ہیں خدا تعالیٰ کے ان کلاموں کو پیش کرتا ہوں۔ حزقی ایل نبی کا کلام وہ ہے جو...... آج سے دو ہزار پانچ سو سال پہلے نازل ہوا۔ جبکہ روس کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔ اور کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ وہ اتنی طاقت حاصل کرے گا۔ کہ غیر اقوام میں دخل اندازی شروع کر دے گا۔ اور ان کے سونے اور چاندی کو جمع کرنے لگ جائیگا"۔

"پھر حضرت مسیح موعود........... بانی جماعت احمدیہ کی پیشگوئی موجود ہے۔ (زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار۔ ناقل) جس میں آپ کو زار روس کی تباہی کی خبر دی گئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ پیشگوئی پوری ہوئی (اور) اب دوسری پیشگوئی یہ ہے کہ ایک دن روس کی حکومت بدل کر ایسے رنگ میں آئے گی۔ کہ اس کا عصا حضرت مسیح موعود......... کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ (اور) .... یہ (کوئی) خیالی بات نہیں بلکہ ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ روس کی خرابیوں کو درست کرنا اور اس کے نظام کی اصلاح کرنا اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ اور ایک دن روس کے لوگ جماعت احمدیہ میں داخل ہو کر اس کے بیان کردہ نظام کو اپنے ہاں جاری کریں گے۔ پس جلد یا بدیر کمیونزم کا نظر آنے والا زبردست خطرہ دور ہو جائے گا۔ اور لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ دنیا کی خرابیوں کی اصلاح اور اس کے دکھوں کا علاج صرف .... تعلیم میں ہی پایا جاتا ہے"۔ (......... کا اقتصادی نظام صفحہ 157۔158)

مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کب ہوگا؟ تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ سیدنا حضرت مصلح موعود کا ہی ایک خواب ہے جس کی بابت آپ فرماتے ہیں کہ۔

"میں نے دیکھا کہ ہمارے ملک میں حالات خطرناک ہو چکے ہیں (اور)........ مجھے وہاں سے کہیں جانا پڑا ہے۔ اور اس دوران میری گود میں میرا ایک بچہ ہے (جس کا نام طاہر احمد ہے) اور اس کے علاوہ اور کوئی بچہ ساتھ نہیں۔ اس ہجرت کے دوران میں ایک نئے ملک میں پہنچا ہوں۔ اور اس ملک میں داخل ہو کر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ یہ کون سا ملک ہے؟ تو وہ بتاتے ہیں کہ روس ہے اور جب میں ان لوگوں سے گفتگو کرتا ہوں۔ کہ وہ کون لوگ ہیں؟ تو ایک آدمی ہلکی سی آواز میں...... بتاتا ہے۔ کہ ہم احمدی ہیں۔ ہیں۔ چنانچہ حضور خود اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 19۔ فروری 1990ء میں اپنے شعر

بساط دنیا الٹ رہی ہے حسین اور پائیدار نقشے

جہاں نو کے ابھر رہے ہیں، بدل رہا ہے نظام کہنا

کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جو تبدیلیاں آپ کو روس میں یا دیگر مشرقی یورپ کے ممالک میں ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں ان پر یہ امید نہ لگائیں کہ یہ ایک نئے نقشے کی بنیادیں ڈالی جا رہی ہیں۔ یہ پرانے نظام کو تباہ کیا جا رہا ہے جو عظیم نظام دنیا کے ایک فلسفی نے خدائی نظام کے مقابل پر بنایا تھا۔ اس کے انہدام کا دور ہے"

پھر فرماتے ہیں۔

"روس نے جو یہ تبدیلیاں برداشت کی ہیں اس کے بہت سے محرکات ہیں۔ لیکن سب سے بڑا محرک اقتصادی دباؤ ہے مارکسزم بعض پہلوؤں سے کامیاب ہوا ہو۔ تو ہوا ہو۔ لیکن قومی اقتصادیات کے لحاظ سے یہ ناکام ہو چکا ہے اور اس کو تسلیم کئے بغیر اب اشتراکی دنیا کے پاس کوئی چارہ نہیں رہا۔ بالکل وہی نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے ابھر رہا ہے۔ جو 1945ء میں حضرت مصلح موعود........ نے اپنی لاہور میں ہونے والی تقریر میں بیان فرمایا تھا۔ جو "........ کے اقتصادی نظام" کے عنوان سے چھپی تھی"۔

پھر اور فرماتے ہیں۔

"مجھے یاد ہے کہ اس میں آپ نے اشتراکیت کے گہرے مطالعہ کے بعد جو پیشگوئیاں کی تھیں۔ کہ لازماً اشتراکیت کا انجام آخر یہ ہونا ہے ان میں سے ایک (پیشگوئی) یہ تھی کہ قومی طور پر تمام اقتصادی ذرائع کو اپنا کر انفرادی مقابلے کی دوڑ ختم ہو جاتی ہے اور اجتماعی طور پر فوراً یہ احساس پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد چالیس پچاس سال گزرنے کے بعد ساری کی ساری قومی اقتصادیات گھاٹے میں چلی جاتی

ہے اس وقت ان لوگوں کو احساس ہو گا کہ انسان کا بنایا ہوا نظام انسان کے لئے کافی نہیں۔ اور یہ مصنوعی نظام اشتراکیت کے کسی کام نہیں آئے گا۔ بعینہ وہی نقشہ ہے جو آج ہمارے سامنے ابھرا ہے اور درحقیقت سب سے بڑا دباؤ جو اشتراکی دنیا پر ہے۔ وہ اقتصادی ناکامی ہے"۔

پس اب جب کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سیدنا حضرت مصلح موعود کی پیشگوئیوں کے عین مطابق اشتراکیت کا فتنہ اپنی موت آپ مر چکا ہے۔ یا وہ عالم نزع میں اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ روس میں یا ساری دنیا میں احمدیت کے فروغ اور فتح و غلبہ کے سامان کب پیدا ہوں گے؟ سو اس کے جواب میں عرض ہے۔

1۔ جماعت احمدیہ یہ یقین رکھتی ہے کہ سیدنا حضرت مصلح موعود کا یہ ارشاد گرامی آپ کی ذات والاصفات کی ہی نسبت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں۔

"خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک زمانے میں خود مجھ کو دوبارہ (دنیا میں) بھیجے گا.........جس کے یہ معنے ہیں کہ میری روح ایک زمانے کسی اور شخص پر جو میری جیسی طاقتیں رکھتا ہو گا نازل ہوگی۔ اور وہ میرے نقش قدم پر چل کر دنیا کی اصلاح کرے گا"۔ (الفضل.................)

چنانچہ حضور کے اس ارشاد گرامی کے ساتھ اگر آپ کا وہ مبارک رویا بھی ملا لیا جائے۔ جو میں پہلے نقل کر آیا ہوں۔ اور جس کا ملخص یہ ہے کہ آپ ایک ایسے وقت میں جب ملک کے حالات نہایت خطرناک ہو چکے ہوتے ہیں۔ ایک نئے ملک میں جاتے ہیں۔ جو کہ روس ہے۔ تو وہاں جا کر آپ کو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ روس میں نہ صرف پہلے بکثرت احمدی دوست موجود ہیں۔ بلکہ بعض ایسے گاؤں بھی موجود ہیں۔ جو احمدیوں کے ہیں۔ اور یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اس رویا کی عملی صداقت کا جلوہ دیکھنا بھی ہمیں آپ کے زمانہ خلافت میں ہی نصیب ہوا ہے۔

روزنامہ جنگ مجریہ 24۔ ستمبر 1985ء رقمطراز ہے۔

"جماعت احمدیہ کے امام و سربراہ مرزا طاہر احمد نے اعلان کیا ہے کہ نئے جزیروں میں قادیانیت تیزی سے پھیل رہی ہے انہوں نے مزید کہا ہے کہ ایک تاتاری پروفیسر ہماری جماعت میں شامل ہو چکا ہے انہوں نے کہا۔ کہ یوگوسلاویہ، ہنگری، لیننگراڈ کے لوگوں نے جماعت میں شمولیت اختیار کی ہے۔ اور اس سے پہلے سے موجود قادیانی خاندانوں کا بھی انکشاف ہوا ہے"۔

خود حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"سب سے پہلے مجھے روس میں جماعت احمدیہ کے متعلق جو علم ہوا۔ وہ ایک روسی انسائیکلوپیڈیا

کے مطالعہ سے ہوا......... روسی مقالہ نگار نے بڑی تحدی کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ روس میں بھی احمدیہ جماعتیں موجود ہیں۔ لیکن ان کا تعلق مرکز سے کٹ چکا ہے"۔ (الفضل 8۔ مئی 1990ء)

2۔ پھر آپ کے عہد خلافت میں ہی 1991ء کا سال آتا ہے۔ جس کی بابت حضرت مصلح موعود نے 1945ء میں سورہ فجر کی آیہ کریمہ "واللیل اذا یسر" کی تفسیر میں رقم فرمایا تھا۔

"آجکل 1945ء ہے۔ اس لحاظ سے چھیالیس سال ابھی اس لیل میں باقی رہتے ہیں......... یعنی 1991ء میں......... اس عرصہ میں یقیناً دوبارہ اللہ تعالیٰ کے کسی جلوہ کے ساتھ یوم الفرقان ظاہر ہوگا۔ اور کسی خاص نشان کے ذریعہ احمدیت کو تقویت حاصل ہوگی۔ گو......... وہ آخری فتح خواہ کچھ لمبے عرصہ کے بعد ہو۔ بہر حال احمدیت کی ایک فتح......... آج سے 46 سال بعد ہوگی" - (یعنی 1991ء کے بعد۔ ناقل) (تفسیر کبیر سورہ فجر صفحہ 529)

سیدنا حضرت مصلح موعود کے ان ارشادات کی بناء پر یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے۔ کہ مقدر یہی تھا۔ کہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد سعادت میں ہی فتنہ اشتراکیت کا کلی زوال و استیصال ہوگا۔ اور اگر روس میں احمدیت کے فروغ اور ترقی واشاعت کی عظیم الشان مہم کا بہت سارا حصہ اپنے انجام کو نہ پہنچ پائے گا تو اس مہم کا حسنِ آغاز پورے زور شور سے عمل میں آچکا ہوگا۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ

1۔ آپ کے زمانہ خلافت میں ہی وہ فولادی دروازے اور آہنی دیواریں ٹوٹی ہیں۔ جو دنیا کو روس میں داخلے سے مانع تھیں۔ اور اب جب یہ فولادی دروازے اور آہنی دیواریں ٹوٹ چکی ہیں۔ تو لازماً اب روس میں داعیان حق پہنچیں گے اور انہیں حق کا پتہ لگے گا۔

2۔ آپ کے زمانہ خلافت میں ہی قرآن مجید کا روسی زبان میں ترجمہ چھپا ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی روسی زبان میں دینی لٹریچر منظر اشاعت پر آچکا ہے۔ جن کو بعض روسی اہل علم دوست پسندیدگی کی نظر سے دیکھ چکے ہیں۔

3۔ روس کے متعدد مسلمان علماء اور صاحب دانش لوگوں نے آپ سے ذاتی رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ اور بعض ان میں سے آپ سے بالمشافہ ملاقات بھی کر چکے ہیں۔ اور ان سب باتوں میں نہ جماعت کی کسی کوشش کا دخل ہے نہ زمانے کے اتفاقات کا کچھ عمل ہے۔ بلکہ ان سب کے پس پردہ بھی خدا تعالیٰ کی واضح تقدیر جلوہ کار فرما نظر آتی ہے۔

4۔ پھر آپ کو ہی یہ توفیق ملی ہے۔ کہ آپ نے جماعت کے اہل علم احباب کو روسی زبانیں

امام الکلام

ایک عظیم الشّان دعوت

"پس خوب یاد رکھو کہ جیساکہ میں نے ابھی بیان کیا ہے انبیاء اور دوسرے اخیار و ابرار کی بلائیں محبت کی راہ سے ہیں خدا تعالیٰ ان کو ترقی دیتا جاتا ہے اور یہ بلائیں وسائل ترقی میں سے ہیں۔ لیکن جب مفسدوں پر آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس عذاب سے تباہ کرنا چاہتا ہے وہ بلائیں ان کے استیصال اور نیست و نابود کرنے کا ذریعہ ہو جاتی ہیں یہ ایسا فرق ہے کہ دلائل کا محتاج نہیں ہے کیونکہ جب اچھے آدمی جو خدا تعالیٰ کو مقدم کر لیتے ہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کیوں کرتے ہیں بہشت اور دوزخ ان کے دل میں نہیں ہوتا اور نہ بہشت کی خواہش یا دوزخ کا ذکر ان کو خدا تعالیٰ کی اطاعت کا محرک ہوتا ہے بلکہ وہ طبعی جوش اور طبعی محبت سے خدا تعالیٰ سے محبت کرتے اور اس کی اطاعت میں محو ہوتے ہیں۔ ان پر جب کوئی بلا آتی ہے تو وہ خود محسوس کر لیتے ہیں کہ یہ از راہ محبت ہے وہ دیکھتے ہیں کہ ان بلاؤں کے ذریعہ ایک چشمہ کھولا جاتا ہے جس سے وہ سیراب ہوتے ہیں اور ان کا دل لذّت سے بھر جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ایک فوارہ کیطرح جوش مارنے لگ جاتی ہے تب وہ چاہتے ہیں کہ یہ بلا زیادہ ہو تاکہ قرب الٰہی زیادہ ہو اور رضا کے مدارج جلد طے ہوں۔

غرض الفاظ وفا نہیں کرتے جو اس لذّت کو بیان کر سکیں جو اخیار و ابرار کو ان بلاؤں کے ذریعہ آتی ہے یہ لذّت تمام سفلی لذّتوں سے بڑھی ہوئی ہے اور فوق الفوق لذّت ہوتی ہے۔ یہ مصیبت کیا ہے؟ ایک عظیم الشان دعوت ہے جس میں قسم قسم کے انعام و اکرام اور پھل اور میوے پیش کئے جاتے ہیں خدا اس وقت قریب ہوتا ہے۔ فرشتے ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مکالمہ کا شرف عطا کیا جاتا ہے اور وحی اور الہام سے اس کی تسلی اور سکینت دی جاتی ہے لوگوں کی نظر میں یہ بلاؤں اور مصیبتوں کا وقت ہے مگر دراصل اس وقت اللہ تعالیٰ کے فیضان اور فیوض کی بارش کا وقت ہوتا ہے۔ سفلی اور سطحی خیال کے لوگ اس کو سمجھ نہیں سکتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ بلاؤں اور غموں ہی کا وقت ہے جو مزا آتا ہے اور راحت ملتی ہے۔ کیونکہ خدا جو انسان کا اصل مقصود ہے اس وقت اپنے بندے کے بہت ہی قریب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قرآن جو دیا گیا ہے غم کی حالت میں دیا گیا ہے پس تم بھی اس کو غم کی حالت میں پڑھو۔ غرض میں کہاں تک بیان کروں کہ ان بلاؤں میں کیا لذّت اور مزا ہوتا ہے اور عاشق صادق کہاں تک ان سے محظوظ ہوتا ہے"۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود سورۃ بقرہ صفحہ ۲۳۴)

سیکھنے اور وقف عارضی کے تحت وہاں جانے کی بار بار تلقین فرمائی ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اب جلد ہی ایسے اسباب پیدا ہو جائیں کہ وہاں باقاعدہ مربیان بھجوانے کا بھی بندوبست ہو جائے۔

5۔ اور پھر آپ کو ہی یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ آپ نے دین حق اور احمدیت کی آخری فتح اور غلبہ کی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے احباب جماعت کو یہ "نوید مسرت" سنائی ہے کہ اب غلبہ دین حق کی پیشگوئیوں کے عملی وقوع کے آثار ظاہر ہونے والے ہیں۔

آپ اس بارے میں اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

"روس کے متعلق سب احمدی جانتے ہیں۔ بچے بچے کو علم ہے کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا تھا کہ وہ جماعت کو روس میں ریت کے ذرّوں کی طرح پھیلا دیگا۔ اور ایک رویا میں آپ نے روس کے عصا کو اپنے ہاتھوں میں اٹھائے دیکھا.... (یہ پیشگوئیاں) جماعت میں عام ہیں یعنی ان کا علم عام ہے اور سب نظریں لگائے بیٹھے ہیں کہ کب خدا تعالیٰ ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے آثار ظاہر فرمائے گا؟"

اور پھر خود ہی اس سوال کے جواب میں کہ "کب خدا تعالیٰ ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے آثار ظاہر فرمائے گا"؟ فرماتے ہیں۔

"میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر حرکت میں آچکی ہے اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ملنے والی پیشگوئیوں کے جہاں پورا ہونے کے دن قریب آرہے ہیں۔ وہاں ان کی ذمہ داریاں بھی یاد کراتا ہوں کہ ان قوموں سے جو روس کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہیں۔ (دینی) رابطہ قائم کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں"۔ (الفضل 8۔ مئی 1990ء)

پھر قرآنی آیت "یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوات و برزوا للہ الواحد القہار" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ زمانہ یاد کرو۔ جب کہ زمین تبدیل کر دی جائے گی۔ اس زمین سے بالکل مختلف حالت میں جس کو تم دیکھتے ہو "والسمٰوٰت" اور اسی طرح آسمان بھی تبدیل کئے جائیں گے۔ "و برزوا للہ الواحد القہار" اور لوگ جوق در جوق خدائے واحد اور قہار کے لئے نکل کھڑے ہوں گے یعنی وہ تبدیلیاں توحید کی طرف لے جانے والی تبدیلیاں ہوں گی۔ خواہ وہ زمین پر واقع ہونے والی تبدیلیاں ہوں۔ یا آسمان پر واقع ہونے والی تبدیلیاں ہوں۔ ان کا نتیجہ ایک ہی نکلے گا یعنی خدا کی توحید آسمانوں پر بھی قائم ہوگی۔ اور زمین پر بھی قائم ہوگی۔ اور کثرت سے قومیں توحید کا رخ اختیار کریں گی"۔

پھر فرماتے ہیں۔

"یہ قرآن کریم کی وہ پیشگوئی ہے جس کا اس زمانے سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اور جماعت احمدیہ کے سپرد یہ عظیم الشان خدمت کی گئی ہے کہ ان تبدیلیوں کو جلد تر لانے میں اپنی تمام تر قوتیں صرف کر دے جن تبدیلیوں کو خدا تعالیٰ نے مقدّر فرما دیا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیریں ہمیشہ اسی طرح ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ کہ بعض قوموں کو یہ توفیق ملتی ہے کہ وہ تقدیر کے رخ پر چلنے والی ہواؤں کے ساتھ چلتی ہیں اور ان تبدیلیوں کو جن کی پیشگوئیاں کی جاتی ہیں رونما کرنے میں بہت گہرا کردار ادا کرتی ہیں۔......... پھر خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے ساتھ فتح نمایاں کی کلید ان کو تھمائی جاتی ہے اسی زمانے میں جیسا میں نے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پاک تبدیلیوں کے لئے جماعت احمدیہ کو ذریعہ بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ تقدیر الٰہی ہے جسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اس تقدیر کے مطابق تدبیر اختیار کرنا اب ہمارا کام ہے۔ اور دعاؤں سے یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ عظیم الشان انقلاب جس کا قرآن کریم میں ذکر فرمایا گیا ہے یہ ہمارے ہی ذریعہ رونما ہو"

پھر فرماتے ہیں۔

"یہ نقشے جو مٹ رہے ہیں یہ اس لئے مٹ رہے ہیں کہ یہ مٹنے کے لائق تھے۔ لیکن وہ نقشے جو اشتراکی دنیا سے باہر بنے ہوئے ہیں۔ وہ بھی مٹنے کے لائق ہیں۔ کیونکہ وہ....... نہیں۔ اور انہیں لازماً مٹنا ہے۔ اور یہ جو تاریخی ادوار ہیں۔ فوراً ایک دو سالوں میں ظاہر نہیں ہوا کرتے چند سالوں میں مکمل نہیں ہوا کرتے۔ ان کو کچھ وقت لگے گا۔ لیکن جیسا کہ حالات نے پلٹا کھایا ہے انسانی توقعات سے بہت زیادہ تیزی کے ساتھ یہ حالات تبدیل ہوئے ہیں۔ اس لئے بعید نہیں کہ دوسری دنیا کے حالات بھی تیزی کے ساتھ تبدیل ہوں .... لیکن میں یہ خیال کرتا ہوں کہ آج کی دنیا کے دانشور ان تبدیلیوں کو امن کی طرف بڑھتی ہوئی تبدیلیاں سمجھ رہے ہیں۔ یہ یقینی اور درست بات نہیں۔ انہیں تبدیلیوں کی کوکھ سے عالمگیر جنگیں بھی جنم لے سکتی ہیں۔ اس لئے......... اس آزاد دنیا کا نظام اپنی جگہ ٹوٹے گا۔ اور پھر خدا تعالیٰ نئی دنیا کے نظام بنائے گا۔ یا ایک عالمی جنگ کی صورت پیدا ہو گی۔ اور حالات صاحب اقتدار لوگوں کے ہاتھوں سے نکل جائیں گے اور وہ بے اختیار ہو جائیں گے۔ اور پھر اس جنگ کے بعد وہ نیا نظام ابھرے گا۔ جس کے متعلق میں نے (اپنے اس) شعر میں اشارہ کیا تھا۔

بساط دنیا الٹ رہی ہے حسین اور پائیدار نقشے
جہاں نو کے ابھر رہے ہیں، بدل رہا ہے نظام کہنا

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفہ المسیح الرابع نے اپنے ان ارشادات میں جن تبدیلیوں کا بار بار ذکر فرمایا ہے اور جن تبدیلیوں کی کوکھ سے تیسری عالمگیر جنگ کے جنم لینے کا اظہار فرمایا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس تیسری عالمگیر جنگ کے نتیجے میں دین حق اور احمدیت کی آخری فتح اور غلبہ کے سامان پیدا ہوں گے۔ ان تبدیلیوں کے بارے میں حضرت خلیفہ المسیح الثالث فرماتے ہیں۔

"ہمارے لئے ان تبدیلیوں پر حیران ہونے یا تشویش کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ ان تغیرات کی سمت اور رفتار اور شدّت کے بارے میں ہمیں حضرت مسیح موعود......... نے پہلے ہی خبریں دے دی تھیں۔ کہ "آئیندہ وقت..... دو طاقتیں ایسی ابھریں گی۔ کہ دنیا ان میں بٹ جائے گی اور کوئی اور طاقت ان کا مقابلہ نہیں کرسکے گی۔ پھر وہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ کر کے اپنی تباہی کا سامان پیدا کریں گی" .... "یعنی روس اور اس کے ساتھی اور امریکہ اور اس کے دوست ہر دو تباہ ہوجائیں گے۔ ان کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گی۔ ان کی تہذیب و ثقافت برباد اور ان کا نظام درہم برہم ہوجائے گا" "لیکن روس کے باشندے نسبتاً اس تباہی سے نجات پائیں گے اور .... ملک کی آبادی پھر جلد ہی بڑھ جائے گی۔ اور وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کریں گے۔ اور ان میں کثرت سے .... پھیلے گا۔ اور وہ قوم جو زمین سے خدا کا نام اور آسمان سے اس کا وجود مٹانے کی شیخیاں بھگار رہی ہے۔ وہی قوم اپنی گمراہی کو جان لے گی۔ اور حلقہ بگوش .... ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختگی سے قائم ہوجائے گی۔ یہ خدا کی باتیں ہیں اور اس قادر و توانا کی باتیں ہمیشہ پوری ہی ہوتی ہیں۔ کوئی طاقت انہیں نہیں روک سکتی"۔

"پس تیسری عالمگیر تباہی کی انتہا .... کے عالمگیر غلبہ و اقتدار کی ابتدا ہوگی۔ اور اس کے بعد بڑی سرعت کے ساتھ .... ساری دنیا میں پھیلنا شروع ہوگا۔ اور لوگ بڑی تعداد میں .... قبول کرلیں گے۔ اور یہ جان لیں گے کہ صرف .... ہی ایک سچا مذہب ہے۔ اور یہ کہ انسان کی نجات صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے" (امن کا پیغام اور ایک حرف انتباہ)

اور حق یہ ہے کہ پیشگوئی مسیح موعود کا بھی یہی وہ عظیم الشان مقصد تھا۔ جو خدائی الہامات و مبشرات میں [illegible] بیان کیا گیا ہے کہ۔

"تا وہ سمجھیں۔ کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں۔ کرتا ہوں اور وہ یقین لاویں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمسخر اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہوجائے"۔

ناظمین کرام اور زعماء صاحبان مجالس انصار اللہ کی خدمت میں ضروری گذارش

۱۔ لائحہ عمل میں مندرجہ ذیل کوائف کیمطابق انصار اللہ صف دوم کی فہرست ۳۱۔ مارچ ۱۹۹۳ء سے قبل موصول ہونی چاہیئے۔
نام۔ پتہ۔ سن پیدائش۔ سائیکل چلانا جانتے ہیں۔ سائیکل ہے یا نہیں۔ روزانہ کتنا سائیکل چلاتے ہیں۔

۲۔ جن انصار کے پاس سائیکل نہیں وہ کوشش کریں کہ حسب استطاعت نیا یا پرانا سائیکل خریدیں۔ اس سال سائیکل نہ رکھنے والوں کا کم از کم پانچواں حصہ ضرور سائیکل خریدے۔

۳۔ جن انصار کو سائیکل چلانا نہیں آتا اُن کو سائیکل چلانا سکھایا جائے۔

۴۔ ہر سہ ماہی میں مقامی سطح پر ایک سائیکل سفر کا اہتمام کریں۔ یا پکنک کا انعقاد کریں۔ جس میں زیادہ سے زیادہ انصار کو شامل کریں۔

۵۔ روزمرہ کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ انصار سائیکل استعمال کریں اور رپورٹ میں اس کا اندراج کریں۔

۶۔ قریبی اضلاع کے انصار سائیکلوں پر سال میں ایک دفعہ ضرور ربوہ آئیں۔

نائب صدر انصار اللہ صف دوم۔ پاکستان

بقیہ : حضرت مصلح موعود کے بیان کردہ اصول تفسیر

"قرآن کریم بجلی کی تاروں کی طرح کا ایک رسہ ہے بندہ اور خدا تعالیٰ کے درمیان۔ اس لئے قرآن کریم پڑھنے والا یہ نہ سمجھے کہ یہ قرآن کریم میرے سامنے پڑا ہوا ہے بلکہ یہ سمجھے کہ یہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک رسی یا تار کی طرح ہے جس کا دوسرا سرا میرے ہاتھ میں ہے پھر دونوں غرضیں مدنظر رکھے کہ میں گڑھے میں گرا ہوا ہوں اور قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑنا مجھے اٹھا کر خدا تعالیٰ کی جناب میں پہنچا دے گا اس طرح وہ گناہوں سے پاک ہو گا اور یہ بھی کہ خدا تعالیٰ اس تار کے ذریعہ میرے اندر اثر ڈال رہا ہے اور اس کے ذریعے مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے قوت اور طاقت حاصل ہو رہی ہے اور آئندہ بھی ہوگی"۔ (الفضل ۸۔ اپریل ۱۹۳۶ء)

اس جگہ اس امر کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ حضور نے کوئی رسالہ یا کوئی کتاب قرآن مجید کے اصولوں پر جو تفسیر سے متعلق ہوں تحریر نہیں فرمائی حضور کے مختلف مضامین جو قرآن کریم اور تفسیر القرآن سے متعلق ہیں۔ ان سے تفسیر کے اصول کے متعلق وہ غیر معمولی اصول جن کو حضور نے اہمیت دی ہے اور جن کو مدنظر رکھ کر قرآن کریم کے مرتبہ اور شرف کا نمایاں اظہار ہوتا ہے وہ تحریر کئے گئے ہیں اور یہ اصول علمی اور فکری ہیں جو تفسیر القرآن میں قندیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ایمان ایک قوّت ہے

"خدا کی راہ میں سختی کا برداشت کرنا۔ مصائب اور مشکلات کے جھیلنے کیلئے ہمہ تن تیار ہو جانا ایمانی تحریک سے ہی ہوتا ہے۔ ایمان ایک قوت ہے۔ جو سچی شجاعت اور ہمت انسان کو عطا کرتا ہے۔ اس کا نمونہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے تو وہ کونسی بات تھی کہ اس طرح ہر ایک بیکس ناتوان انسان کے ساتھ ہو جانے سے ہم کو کوئی ثواب ملے گا۔ ظاہری آنکھ تو اس کے سوا کچھ نہ دکھاتی تھی کہ اس ایک کے ساتھ ہونے سے ساری قوموں کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ جس کا نتیجہ صریح یہ معلوم ہوتا تھا کہ مصائب اور مشکلات کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور وہ چکنا چور کر ڈالے گا۔ اسی طرح پر ہم ضائع ہو جائیں گے مگر کوئی اور آنکھ بھی تھی جس نے ان مصائب اور مشکلات کو ہیچ سمجھا تھا۔ اور اس راہ میں مر جانا اس کی نگاہ میں ایک راحت اور سرور کا موجب تھا۔ اُس نے وہ کچھ دیکھا تھا جو ان ظاہر بین آنکھوں کے نظارہ سے نہاں در نہاں اور بہت ہی دُور تھا۔ وہ ایمانی آنکھ تھی اور ایمانی قوّت تھی جو ان ساری تکلیفوں اور دُکھوں کو بالکل ہیچ دکھاتی تھی۔ آخر ایمان ہی غالب آیا اور ایمان نے وہ کرشمہ دکھایا کہ جس پر ہنستے تھے۔ جس کو ناتوان اور بیکس کہتے تھے اس نے اس ایمان کے ذریعہ اُن کو کہاں پہنچا دیا۔ وہ ثواب اور اجر جو پہلے مخفی تھا پھر ایسا آشکارا ہوا کہ اُس کو دنیا نے دیکھا اور محسوس کیا کہ ہاں یہ اسی کا ثمرہ ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل جدید صفحہ ۴۰۶)

کلام الامام

گویا کہ وہ خدا کی گود میں آگیا

"اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ ہماری ہدایت پر عمل کر کے جو لوگ حقیقی معنے میں متقی بن جاتے ہیں ان کو ایک جنت دی جاتی ہے جس میں ہر قسم کے درخت لگے ہوئے ہوتے ہیں اور

فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ

ان کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا کی جاتی ہے اور ان کو بشاشت قلبی عطا کی جاتی ہے کہ اس کے مزے کو چکھ کر وہ ان اعمال کو چھوڑنے کے لئے کسی قیمت پر بھی تیار نہیں ہوتے پس فرمایا کہ ان اعمال صالحہ کو ایسی نہروں میں تبدیل کر دیا جائیگا۔ اس زندگی میں بھی اس دنیا میں بھی کہ جن میں ایسا پانی ہو جو خراب ہونیوالا نہ ہو یعنی ایک دفعہ اعمال صالحہ کا چسکہ پڑجانے کے بعد پھر یہ چسکہ کبھی چھوٹے گا نہیں۔ پھر جب پختہ ایمان کے نتیجہ میں ان ہدایتوں کے مطابق جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے ان پر نازل ہوئی ہیں وہ صحیح معنے میں خلوص دل کیساتھ اعمال صالحہ بجالانے لگیں گے تو مزید روحانی ترقیات کے دروازے ان کے اوپر کھولے جائیں گے۔ وہ باتیں جو پہلے بطور اسرار کے تھیں اور جو راز تھا روحانی، وہ ان پر منکشف اور ظاہر ہو جائے گا اور اس کے نتیجہ میں مومن کی روحانیت ترقی کرے گی اور یہ کیفیت

أَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ

ایک ایسے دودھ کی شکل اختیار کر جائے گی جس کے خراب ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوگا پھر ان روحانی علوم کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک حقیقی اور گناہ سوز عشق ان میں پیدا ہو جائیگا۔ اپنے وجود پر وہ ایک موت وارد کر لیں گے۔ خدا تعالیٰ کی محبت میں کھوئے جائیں گے۔ اس کے عشق میں ہمیشہ مست رہیں گے اور ان کیفیات کو

أَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ

کی شکل دیدی جائیگی۔ یہاں یہ بھی بتایا کہ جو اس کا تجربہ نہیں رکھتا وہ اس کی لذت کو کیا جانے؟ اور اسی وجہ سے ایسے لوگ عشق الٰہی کیطرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ بہت سے ابتلاؤں کے کانٹے بھی اس نہر کے گرد بوئے گئے ہیں، لیکن جو ایک دفعہ اس کو چکھ لے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اسے حاصل ہو جائے وہی بتا سکتا ہے کہ وہ لذت جو عشق الٰہی میں ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں فنا ہو جائے اور اس کے مقدر میں

أَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى

ہیں وہ تمام بیماریوں سے شفا حاصل کر لیتا ہے پھر کوئی بیماری اس کے اوپر حملہ آور نہیں ہو سکتی۔ کلی شفا وہ پا لیتا ہے۔ تمام شیطانی حملوں سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے گویا کہ وہ خدا کی گود میں آگیا "

(تعمیر بیت اللہ کے تئیس عظیم الشان مقاصد خطبات حضرت خلیفہ المسیح الثالث)

عربی منظوم کلام

یَا قَطْرَ سَارِیَةٍ وَغَادٍ　　قَدْ عُصِمْتَ مِنَ الرَّدَا
اے رات کو اور دن کو آنے والے بادل کی بارش تو ہلاکت سے بچائی جائے

رَبَّیْتَ أَشْجَارَ الأَسِ　　رَّةِ بِالفُیُوضِ وَ تَرْدَدَا
تُو نے نچلی اور اُونچی زمین کے درختوں کی اپنے فیوض کے ساتھ پرورش کی

إِنَّا وَجَدْنَاكَ المَلَا　　ذَ فَبَعْدَ کَهْفٍ قَدْ بَدَا
ہم نے تجھ کو جائے پناہ پایا پس ایسی غار (جائے پناہ) کے بعد جو ظاہر ہوئی

لَا نَتَّقِي قَوْسَ الخُطُوْ　　بِ وَلَا نُبَالِي مُرْجِدَا
ہم کسی حادثات کی کمان سے نہیں ڈرتے اور نہ ہم تیز تلوار کی پرواہ کرتے ہیں

لَا نَتَّقِي نُوَبَ الزَّمَا　　نِ وَلَا نَخَافُ تَهَدُّدَا
نہ ہم زمانہ کے حادثات سے ڈرتے ہیں اور نہ کسی کے دھمکانے سے خوف کرتے ہیں

وَنَمُدُّ فِی أَوْقَاتِ آ　　فَاتٍ۔ إِلَی المَوْلَی یَدَا
اور ہم مصیبتوں کے اوقات میں اپنے مولیٰ کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہیں

کَمْ مِنْ مُّنَازَعَةٍ جَرَتْ　　بَیْنِی وَ أَقْوَامِ العِدَا
میری اور دشمنوں کی قوموں میں کتنے ہی جھگڑے ہوئے

حَتَّی انْثَنَیْتُ مُظَفَّرًا　　وَمُوَقَّرًا وَّ مُؤَیَّدَا
یہاں تک کہ میں کامیاب اور معزّز و مؤیّد ہو کر لوٹا

(درثمین عربی مترجم ص ۱۳، ۱۴)

فارسی منظوم کلام

دیدہ و دانستہ از حق قاصر اند دل نہادہ در جہانِ غادرے
جان بوجھ کر سچائی سے رُو گرداں ہیں اور بے وفا دنیا سے دل لگایا ہُوا ہے

از برائے حق تراشیدہ زِ جہل دائما در خانۂ خود منبرے
حقائق و معارف یا سچائیوں کا وعظ کرنے کے لئے اپنی جہالت سے اپنے ہی گھر میں ایک مستقل منبر بنا لیا ہے

آں خدائے شاں عجب باشد خدا گو تغافل داشت از ہر کشورے
اُن کا خدا بھی عجب خدا ہے جیسے ہر ملک سے لا پرواہی رہی

بہرِ الہام آمدش دائم پسند یک زباں یک خطۂ کوتہ ترے
اُسے ہمیشہ اپنے الہام کے لئے ایک زبان اور ایک چھوٹا سا ملک پسند آئے

ایں چنیں رائے کجا باشد درست کے خرد گردد بسویش رہبرے
ایسی رائے کیونکر صحیح ہو سکتی ہے؟ اور عقل کس طرح اسکی طرف رہنمائی کر سکتی ہے؟

کے گمانِ بد کند بر نیکواں آنکہ باشد نیک و نیکو محضرے
نیکوں پر بد گمانی کیونکر کر سکتا ہے۔ ایسا شخص جو نیک اور نیک خُو ہو

ماہ را گفتن کہ چیزے نیست ایں ہست دشنامے نہ زیں افزوں ترے
چاند کی نسبت یہ کہنا کہ یہ کچھ بھی نہیں اس سے بڑھ کر کوئی گالی نہیں

(درثمین فارسی مترجم صنٰ۲)

حضرت مصلح موعود کے بیان کردہ اصول تفسیر

محترم شیخ نور احمد صاحب منیر ـــــــ ربوہ

قرآن کریم کی تفسیر اور معارف کے بیان کرنے میں حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے ایسے اصولی اور بنیادی امور تحریر فرمائے ہیں جو قرآن مجید کے مضامین اور نکات میں بطور بنیاد کے ہیں۔ ذیل میں وہ اصول تحریر کئے جاتے ہیں۔ جو آپ نے تفسیر القرآن کے لئے قلمبند فرمائے ہیں۔ جنکی وجہ سے آپ کی بیان کردہ تفسیر دوسروں سے اعلیٰ اور امتیازی مقام رکھتی ہے۔

اصطلاحاً اصول سے مراد۔ القوانین والقواعد التی یبنی علیہا العلم یعنی وہ قوانین اور قواعد جن پر کسی علم کی بنیاد رکھی جائے۔ اصول تفسیر سے مراد وہ بنیادی قواعد ہیں جن پر علم تفسیر کی بنیاد رکھی جاتی ہے جنہیں ملحوظ رکھتے ہوئے ہم تفسیر کے معیار کو اعلیٰ سے اعلیٰ کر سکتے ہیں۔ بعض مفسرین نے قرآن کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف الفوز الکبیر فی اصول التفسیر میں مفسر قرآن کے لئے ضروری اصول کو بیان فرمایا ہے علامہ ابن القیم نے اپنی کتاب التبیان فی اقسام القرآن میں بعض اہم اور اصولی امور کا ذکر کیا ہے جن کا علم تفسیر سے گہرا تعلق ہے۔ علامہ جلال الدین السیوطی نے اپنی مشہور تصنیف "الاتقان" میں ایک باب "فی معرفۃ شروط المفسر و آدابہ" تحریر کیا ہے۔ جس میں ایک مفسر کے لئے پندرہ شرائط کی تلقین کی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے جن علمی اور فکری منفرد اصولوں کو تفسیر کے لئے اختیار کیا ہے وہ ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔ قرآن کریم کی تفسیر کرنے کا پہلا اصول یہ ہے کہ قلب انسانی مطہر ہو چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

پہلا اصول

"سب سے پہلی چیز جو قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے وہ قلب کی حالت متاثرہ ہے جب تک دل کی حالت ان معارف کو سمجھنے کے قابل نہیں ہو جاتی جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان

فرمائے ہیں اس وقت تک ان کے سمجھنے کی امید رکھنا ایک امید موہوم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "لایمسہ الا المطھرون" کہ قرآن کریم کو مطہر لوگ ہی مس کرسکتے ہیں۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ "لایمسہ الا المطھرون" میں مطہر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ نہ کہ طاہر کا لفظ اس کی وجہ یہ ہے کہ طاہر وہ شخص ہوتا ہے جو زہد اور ورع سے ایک پاکیزگی حاصل کرلیتا ہے۔ اور مطہر وہ ہوتا ہے جو کسی اندرونی نسبت سے اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اور مطہر کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے قول یا فعل سے ہی ہوتا ہے۔ نہ کہ اس کے کسی عمل یا لوگوں کے کہنے سے۔ چنانچہ دیکھ لو کہ وہ لوگ جنہوں نے قرآن کریم کی صحیح تفاسیر لکھیں وہ وہی لوگ تھے جو خدا تعالیٰ کے الہام اور اس کے قرب سے مشرف تھے"۔ (فضائل القرآن صفحہ ٦٤)

دوسرا اصول

ایک اصول یہ بیان فرمایا کہ کلام اللہ کو غیر محدود مانا جائے۔ فرمایا۔

"قرآن کریم کو اس یقین کے ساتھ پڑھا جائے کہ اسکے اندر غیر محدود خزانہ ہے۔ جو شخص قرآن کریم کو اس نیت کے ساتھ پڑھتا ہے کہ جو کچھ مولوی مجھے اس کا مطلب بتائیں گے یا جو کچھ پہلی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ وہیں تک اسکے معارف ہیں اس کے لئے یہ کتاب بند رہتی ہے مگر جو شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ اس میں خزانے موجود ہیں وہ اس کے معارف اور علوم کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے"۔ (فضائل القرآن صفحہ ۳۸۰)

تیسرا اصول

قرآن کریم کی تفسیر کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ عربی زبان کا وسیع علم ہو اور تفسیر لغت کے مطابق ہو۔ چنانچہ حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں۔

"یہ بات بھی مدّنظر رکھنی چاہیئے کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے اس کے سمجھنے میں عربی زبان کی باریکیوں کو بھی مدّنظر رکھنا چاہیئے۔ اور عربی زبان کا علم ایک وسیع علم ہے۔ اس میں کئی ایسے علوم ہیں جو ابھی تک کسی کتاب میں مدون نہیں ہوئے۔...... عربی زبان میں اتنی وسعت ہے کہ کوئی لغت نویس اس پر حاوی نہیں ہوسکا............ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے عربی لغات کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے اور ضروری ہے کہ عربی لغت اور قواعد کے ماتحت تفسیر ہو"۔